بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

[جہانِ تصوف وطریقت، کاروانِ حقیقت ومعرفت اور آسمانِ ولایت کے]

چار بڑے اَقطاب

[الجیلانی - الرفاعی - البدوی - الدسوقی]

-: تصنیف لطیف :-

شیخ یونس بن اِبراہیم السامرائی رحمہ اللہ ورضی عنہ

-: ترجمہ وترتیب :-

محمد اَفروز قادری چریاکوٹی

دلاص یونیورسٹی/ جامعۃ المصطفیٰ، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

بِأَبِي أَنتَ وَأُمِّي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ الأُمِّيُّ

تفصیلات

کتاب : **مناقب الأقطاب الأربعة**

کتاب : 'چار بڑے اَقطاب'

تالیف : شیخ یونس بن اِبراہیم السامرائی

ترجمہ : ابو رِفقہ محمد افروز قادری چریاکوٹی..................

پروفیسر: دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

اُستاذ : جامعۃ المصطفیٰ، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

afrozqadri@gmail.com

تحریک : علامہ مولانا محمد عبدالہادی قادری نوری- دام ظلہ العالی-

نظر ثانی :

صفحات : چونسٹھ (۶۴)

اِشاعت : ۲۰۱۲ء - ۱۴۳۳ھ

تقسیم کار : اِدارہ فروغِ اسلام، چریاکوٹ، مئو، یوپی.

o رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ العَلِيمُ o

شرفِ اِنتساب

میری یہ کتاب معنون ہے علم بردارانِ فکرِ اِسلامی

السید عبدالقادر الجیلانی

السید احمد الرفاعی

السید احمد البدوی

السید ابراہیم الدسوقی

کے نام

نیز اُن سعادت نصیبوں کے نام جو اِن آقاؤں کے نقش
قدم پر جادہ پیما اور اِن کی سیرت و کردار پر عمل پیرا ہیں

......یونس السامرائی......

فہرست

کتاب وصاحب کتاب

مقدمہ کتاب از مصنف

پہلی فصل :

مولانا امام شیخ عبدالقادر الجیلانی - قدس اللہ سرہ العزیز -

دوسری فصل :

مولانا امام شیخ احمد الرفاعی - قدس اللہ سرہ العزیز -

تیسری فصل :

مولانا امام شیخ احمد البدوی - قدس اللہ سرہ العزیز -

چوتھی فصل :

مولانا امام شیخ ابراہیم الدسوقی - قدس اللہ سرہ العزیز -

(آغازِ ترجمہ: ۲۱ر ربیع الآخر ۱۴۳۳ھ - ۱۴ر مارچ ۱۲۱۲ھ بروز چہار شنبہ
اِختتام ترجمہ: ۲۵ر ربیع الآخر ۱۴۳۳ھ - ۱۸ر مارچ ۱۲۱۲ھ بروز یک شنبہ)

کتاب وصاحب کتاب

حضرت شیخ یونس اِبراہیم السامرائی ایک دین دار اور باخدا خاندان کے چشم و چراغ بن کر ۹ر اکتوبر ۱۹۳۴ء میں سامراء کے محلّہ قلعہ میں پیدا ہوئے۔ 'سامراء' دریاے دجلہ کے مشرقی کنارے پر واقع بغداد و تکریت کے درمیان ایک قدیم شہر ہے۔

آپ کے والد گرامی حضرت ابراہیم السامرائی کا شمار وقت کے اَجلہ صوفیہ اور اکابر مشائخ میں ہوتا تھا۔ آپ کے مرحوم بھائی شیخ یٰسین السامرائی سامراء کی جامع القلعہ کے امام وخطیب تھے۔ اس طرح آپ کو اپنی شخصیت کے سنوار ونکھار کے لیے گھر کے اندر بڑا علم نواز اور اَدب ساز ماحول میسر آیا۔

جب سن شعور کو پہنچے تو قرآن کریم کی قراءت ملا یٰسین شہاب البدری کی درسگاہ جامع القلعہ سے کی۔ پھر مدرسہ کے علمی وروحانی ماحول میں داخل ہوئے اور وہاں سے ۱۹۴۷ء میں عالم وفاضل بن کر نکلے۔ ازاں بعد شوقِ علم کشاں کشاں کھینچ کر سامراء کے مشہور و معروف اِدارہ 'مدرسہ علمیہ دینیہ' میں لے آیا جہاں چوٹی کے علما و مشائخ کی صحبتوں سے فیض اُٹھایا، اور وہاں چند ایک سال گزار کر مختلف علوم وفنون میں ماہرانہ کمال پیدا کیا۔

آپ کے معروف اَساتذۂ کرام کے اَسماے گرامی یہ ہیں: علامہ سید شیخ احمد الراوی، علامہ سید عبدالوہاب البدری، علامہ سید عبدالعزیز بن سالم السامرائی، علامہ سید ایوب توفیق الخطیب، علامہ سید عبدالرحمٰن محمد علی السامرائی، علامہ سید مخلص حماد الراوی - رحمہم اللہ تعالیٰ جمیعاً -

آپ نے اپنی زندگی میں تصنیف وتالیف کا باقاعدہ شغل -۱۹۶۳ء- سے شروع کیا۔ سب سے پہلے آپ نے سامراء شہر کی تاریخ میں پہلی بار 'سامراء' نامی ایک مجلّہ نکالا۔ اس کی مقبولیت نے آپ کو کافی حوصلہ دیا۔ نتیجے میں -۱۹۶۴ء- کے اندر 'صوت الاسلام'

کے نام سے ایک دوسرے شمارے کا بھی اِجرا کیا۔ پھر جب -۱۹۶۵ء- میں آپ بغداد جا کر مستقلاً وہیں سکونت پذیر ہوگئے، تو یہ مجلّہ بھی آپ کے ہمرکاب ہوکر وہیں چلا گیا، اور -۱۹۶۸ء- تک بڑی کامیابی اور پابندی کے ساتھ اشاعت پذیر ہوتا رہا۔

آپ کی مساعی جمیلہ سے بغداد میں بہت سے مدارس ومساجد کا قیام عمل میں آیا۔

آپ نے مشہور ومعروف اِسلامی شہروں کا بطورِ خاص سفر کیا؛ کبھی اپنے نجی شوق کی وجہ سے اور کبھی حکومتی وفد کے ساتھ؛ تاکہ وہاں کی تاریخی وثقافتی، اور سماجی ومعاشرتی سچائیوں کو بچشم سر ملاحظہ کرسکیں۔

مختلف موضوعات پر آپ کی تصانیف کا سلسلہ بڑا طویل ہے؛ جن میں سے چند یہ ہیں:

الأزياء الشعبية في سامراء...... الإسلام والقومية العربية...... بطولات اسلامية...... تاريخ الدور قديما وحديثا...... تاريخ علماء سامراء...... التوجيهات الإسلامية ...... حقائق عن السلف الصالح...... حكمة التشريع الإسلامي ...... دليل الصائم ...... دليل الحاج ...... لا صُلح مع إسرائيل ...... اللّٰه جل جلاله ...... النفحات الربانية في الأحاديث القدسية ...... اقتباس من أخبار العشرة المبشرة ...... كيف نصلي ...... الزواج الدائم رد على كتاب الزواج المؤقت ...... الكنايات القرآنية ...... ألف كلمة لأمير المؤمنين عمر بن الخطاب...... مناقب الأقطاب الأربعة ...... الحلال والحرام في الإسلام ...... فاطمة الزهراء ...... الصوفي بهلول الكوفي ...... الجنيد البغدادي ...... حقائق عن آل البيت والأصحاب ...... البطل الغالب الإمام علي بن أبي طالب ...... تاريخ الطرق الصوفية ...... مديح الدراويش ...... تاريخ مساجد بغداد ...... عقود الجواهر في سلاسل الاكابر ...... لقمان في القرآن ...... أبوبكر الصديق بقلم علي بن ابي طالب ...... تاريخ الاحتفال بمولد سيد الرجال ...... الشهيد في الإسلام ...... علماء العرب في شبه القارة الهندية ...... ملوك وأمراء العرب في شبه القارة الهندية .

اس طرح شیخ یونس ابراہیم السامرائی علم دین اور علماے شرع متین کی عظیم ترین خدمات انجام دے کر ۱۹؍نومبر -۱۹۹۰ء- کو بمرضِ عضال دنیا سے کوچ کر کے جوارِ رحمت میں پناہ گزیں ہوگئے۔ شہر سامراء کی جامع البورحمٰن کے رحاب میں والد گرامی شیخ ابراہیم السامرائی کے جوارِ کرم میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

'**مناقب الأقطاب الأربعة**': یہ کتاب خلیفہ مفتی اعظم ہند مولانا عبدالہادی قادری نوری رضوی صاحب قبلہ کو سیدنا غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کے مقبرۂ پاک میں کسی درویش نے تحفۃً عطا کی تھی۔ مولانا موصوف اس کا انگلش ترجمہ کرنا چاہ رہے تھے؛ مگر اس کے لیے پہلے کتاب کا اُردو میں آنا ضروری تھا؛ چنانچہ ناچیز کو مولانا کے حکم پر اِسے اُردو کے قالب میں ڈھالنے کی سعادت اَرزانی ہوئی۔

مولانا' ڈربن میں ہوتے ہیں اور میں کیپ ٹاؤن میں؛ چنانچہ اس بعدِ مسافت نے کتاب مجھ تک پہنچنے میں کئی دن لے لیے۔ اس بیچ میں نے انٹرنیٹ پر اس کتاب کی تفتیش کی تو مجھے اس کا ایک جدید نسخہ میسر آگیا؛ مگر آگے چل کر معلوم ہوا کہ وہ اصل کتاب نہیں بلکہ اس کا چربہ اور خلاصہ تھا۔ خیر! میں نے -بحمد اللہ- چند ایک روز کے اَندر ہی اس کا ترجمہ مکمل کردیا۔ اب جب مولانا کی کتاب آئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ کافی تفصیلی ہے۔

اس بیچ میرے ہمدم ومحسن علامہ مولانا سید رضوان احمد رفاعی -حفظہ اللہ- کو اس کی بھنک لگ گئی، اب وہ کہاں بخشنے والے، وہ تو زندہ ہی اسی لیے ہیں کہ مسلک ومذہب کا بول بولا ہو، -خداے بخشندہ ایسے مردِ مجاہد اور جیالے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت میں بکثرت پیدا فرمائے- انھوں نے ہر ممکن اِصرار کرکے یہ کتاب مجھ سے حاصل کرلی؛ تاکہ اِس کی خاطر خواہ طباعت واِشاعت کرا کے چار مشاہیر اَقطابِ عالم کا فیضانِ روحانی وتعلیمی عام سے عام تر کیا جاسکے۔

لٰہذا وہ تفصیلی کتاب میرے مستقبل کے منصوبوں میں چلی گئی؛ تاہم یہ تلخیص بھی اہمیت واِفادیت کے اِعتبار سے کچھ کم نہیں، اس کے مطالعہ کے بعد آپ یہ کہے بغیر نہیں رہ سکیں

گے کہ 'اجمال کا جب یہ عالم ہے تفصیل کا عالم کیا ہوگا!'۔

یہ کتاب دراصل آسمان ولایت وکرامت کے چار درخشندہ ستاروں شیخ سیدنا عبد القادر الجیلانی، شیخ احمد کبیر الرفاعی، شیخ احمد البدوی، شیخ ابراہیم الدسوقی -علیہم الرحمۃ والرضوان- کے فضائل وکمالات اور تعلیمات وارشادات پر مشتمل ہے۔

یوں تو اِن چار بڑے قطبوں کی شخصیات کو مختلف انداز سے اہل فکر وقلم نے خراجِ تحسین اور نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے؛ مگر ان میں علامہ سامرائی کا اندازِ بیان بالکل جداگانہ، عالمانہ اور محققانہ ہے۔ انھوں نے خوارق وکرامات کے بیان پر زور نہ دے کر اُن اقطابِ اَربعہ کی تعلیمات وملفوظات سے لوگوں کو آگاہی بخشنے کی کامیاب سعی فرمائی ہے۔ نیز یہ کہ ان مشہور ترین سلسلوں کی اَساس کیا ہے، اور اُن کے مؤسّسین نے اس کے لیے کن کن شرائط وآداب کو حرزِ جاں رکھنے کا فرمان جاری کیا ہے۔

مزید برآں مصنف نے اس کتاب میں کچھ ایسے حقائق سے پردہ بھی اُٹھایا ہے جو کسی اور کتاب کے اندر دیکھنے میں نہیں آئے۔ اس لیے یہ کتاب تراجم وطبقات کے باب میں اپنی ایک اِنفرادی شان رکھتی ہے۔ اُمید ہے کہ اِس کتاب سے اِستفادے کے وقت قارئین مصنف ومترجم سمیت اِس کارِ خیر میں دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر طرح کے حصہ داروں کو اپنی نیک دعاؤں میں یاد فرمانا نہ بھولیں گے۔

اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو، اور اپنے حبیب پاک کے صدقے میں ان اقطابِ اربعہ کے روحانی فیوض وبرکات سے مالامال کرے، اور اپنے محبوبانِ بارگاہ کی چوکھٹوں سے وابستہ رکھ کر دین ودنیا کی بھلائیوں سے حصہ وافر عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

خادم العلم والعلماء

محمد افروز قادری چریاکوٹی

جمعہ مبارکہ ۲۳ ربیع الآخر ۱۴۳۳ھ...... کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

مقدمہ

جملہ تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے زیبا ہیں جس نے اپنے اولیا کے لیے ہدایت کی راہیں وا فرمادیں۔ اُن کے ہاتھوں پر خیرات وکرامات ظاہر کیں۔ اور ہر قسم کے ناموزوں کاموں سے انھیں محفوظ فرمادیا۔ تو اُن کے نقش قدم کی پیروی کرنے والا ہی صحیح معنوں میں کامیاب اور ہدایت یاب کہلا سکتا ہے؛ ورنہ اُن کے طریقوں سے منہ پھیرنے والوں کے مقدر میں تو نامرادی اور دربدری لکھ دی گئی ہے۔

صلوٰۃ وسلام کے گلدستے نچھاور ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں جو لوگوں کو چاہِ ضلالت اور قعرِ مذلت سے نجات دلانے والے ہیں۔ نیز آپ کی آل اطہار واَصحابِ اخیار پر بھی اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو جو (رہتی دنیا تک) رشد وہدایت کے روشن مینارے ہیں۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ زندہ قوموں کی یہ علامت اور بامِ ترقی پر فائز اُمتوں کا یہ شعار رہا ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے محسنوں، عظیم ہستیوں اور عبقری شخصیتوں کی یادوں سے خود کو معمور رکھتی ہیں؛ تاکہ اُن کی بے داغ سیرتیں اُن کے ذہن وفکر کو جلا بخشتی رہیں، نیز اُن کے بے مثال کارناموں کے ذکر سے آئندہ نسلوں کا مزاج خمیر ہو سکے۔

تاریخِ اِسلامی ایسے جلیل القدر اور عبقری مسلمانوں کے کارناموں سے بھری پڑی ہے جن کی شہرتوں کا دائرہ کائنات گیر ہے؛ کیوں کہ اُن کا خمیر ایمان باللہ، تقویٰ وصلاح، بلند اخلاقی، اور راست سیرت پر اُستوار تھا۔ ایسی ہی عبقری شخصیتوں میں شیخ عبدالقادر الکیلانی، شیخ سید احمد کبیر الرفاعی، شیخ سید احمد البدوی، اور شیخ سید ابراہیم الدسوقی کا نام سرفہرست آتا ہے۔ -اللہ ان پر رحمت ورضوان کے پھول برسائے-

میری یہ کتاب اِن جلیل القدر اولیاء اللہ کے ذکرِ جمیل پر بطورِ خاص روشنی ڈالتی ہے؛ کیوں کہ میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ بیشتر حضرات ان شخصیتوں کی حیات وخدمات کے تعلق سے بہت ہی سطحی علم رکھتے ہیں، اور اُن کے حقیقی مقام ومرتبے سے ناواقف ہونے کے باعث طرح طرح کی بدعات وخرافات اور مبالغات ولغویات اُن سے منسوب کردیتے ہیں۔

لہٰذا میں نے چاہا کہ حقائق کے چہرے سے پردہ اُٹھا کر اُن کی شخصیت کا بے غبار آئینہ لوگوں کے روبرو پیش کردیا جائے۔ خدا کرے میری یہ کاوشِ شرفِ قبولیت سے ہمکنار ہو، اور اولیاء وصالحین کے عقیدت منداس سے بھرپور طریقے پر مستفید ومستفیض ہوں۔ -اور توفیق خیر دینے والا بس اللہ ہے-☆

یونس السامرائی

(☆) موقع کی مناسبت سے یہ مقدمہ، اِنتساب، نیز درمیانِ کتاب میں کچھ خاص خاص چیزیں میں نے شیخ کی تفصیلی کتاب سے مستعار لی ہیں؛ مگر جہاں جہاں اِضافہ ہوا ہے، التزاماً نشاندہی کردی ہے۔- چریاکوٹی-

پہلی فصل

القطب

الشیخ عبد القادر الکیلانی قدس اللہ سرہ

حیات وخدمات

(٤٧٠ھ=١٠٧٧ء ...... ٥٦١ھ=١١٦٥ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا اِمام شیخ عبدالقادر جیلانی -قدس اللہ سرہ-

نام نامی ولقب گرامی

السید السند، قطب اوحد، شیخ الاسلام، زعیم العلماء، سلطان الاولیاء، قطب بغداد، بازِ اشہب، سیدی ابوصالح محی الدین عبدالقادر کیلانی، حسنی اَباً، حسینی اُماً، حنبلی مذہباً - رضی اللہ تعالیٰ عنہ-

نسب مبارک

شیخ الاسلام تاج العارفین محی الدین ابومحمد السید الشیخ عبدالقادر الکیلانی ابن ابوصالح موسیٰ بن عبداللہ الجیلی بن یحییٰ الزاہد بن محمد بن داوٗد بن موسیٰ بن عبداللہ الجون بن عبداللہ المحض بن الحسن المثنی بن الامام الحسن بن الامام علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم الہاشمی القریشی۔(۱)

ولادتِ مبارکہ:

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے آپ کی ولادت کے تعلق سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھے اس کا کوئی قطعی علم تو نہیں؛ تاہم میں بغداد میں اسی سال وارد ہوا جس سال

(۱) تفصیلی کتاب میں شیخ یونس السامرائی نے سیدنا شیخ سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کا سلسلہ نسب مذکورہ نسب نامہ کے علاوہ سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی، اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی متصل ثابت کیا ہے، اور تفصیلاً بیان کیا ہے۔ -چریاکوٹی-

-۴۸۸ھ- میں ابومحمد شیخ رزق اللہ بن عبدالوہاب بن عبدالعزیز بن الحرف بن اسد تمیمی کا وصال ہوا تھا، اور اس وقت میری عمر اٹھارہ سال تھی؛ لہٰذا اِس بیان کے مطابق شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا سن ولادت ۴۷۰ھ بنتا ہے۔

نیز اس تعلق سے شیخ نورالدین ابوالحسن علی بن یوسف بن جریر لخمی اپنی کتاب 'بہجۃ الاسرار' میں یوں رقم طراز ہیں کہ مجھے فقیہ ابوعبداللہ محمد بن شیخ ابوالعباس احمد بن عبدالواسع بن امیرکاہ بن شافع جیلی حنبلی سے پتا چلا، اور انھیں اُن کے دادا عبدالواسع سے معلوم ہوا کہ ابوالفضل احمد بن صالح بن شافع جیلی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ -۴۷۱ھ- میں جیلان کی سرزمین پر واردِ جہانِ رنگ وبو ہوئے۔ اور -۴۸۸ھ- میں آپ جب بغداد تشریف لے گئے تو اس وقت آپ کی عمر شریف اُٹھارہ سال تھی۔

جیل کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے آپ جیلانی کہے جاتے ہیں۔ جِیْل بکسر جیم وسکونِ یا' دراصل طبرستان سے پرے ایک الگ شہر ہے۔ آپ نے اسی کے ایک قصبے میں شرفِ تولد پایا۔ ایک قول یہ ہے کہ بغداد سے ایک دن کی مسافت پر، شہر واسط کے راستے سے ملحق، دریاے دجلہ کے ساحل سے لگا ہوا جیلان، کیلان، کیل نامی ایک گاؤں ہے (جہاں آپ کی ولادت ہوئی)......۔

ایک روایت کے مطابق جیلانی آپ کے نانا جیلان کی نسبت سے ہے؛ کیوں کہ (آپ کے نانا حضرت) ابوعبداللہ صومعی علیہ الرحمہ کا شمار جیلان کے اکابر مشائخ وزُہّاد میں سرفہرست ہوتا تھا۔ آپ بڑے درخشندہ حال واَحوال کے مالک ہیں، اور بڑی روشن و زندہ کرامتیں آپ سے منسوب ہیں۔

صاحب بہجۃ الاسرار بیان کرتے ہیں کہ ہمیں فقیہ ابوسعید عبداللہ بن علی بن احمد بن ابراہیم قرشی سے معلوم ہوا، انھیں شیخ جلیل احمد بن اسحٰق بن عبداللہ ہاشمی قزوینی سے، انھیں

شیخ القدوۃ نورالدین ابوعبداللہ محمد جیلی سے، انھیں شیخ العارف ابومحمد الدار بانی القزوینی سے کہ وہ فرماتے تھے: میں نے شیخ ابوعبداللہ الصومعی سے ملاقات کی اور وہ عجم کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔

مجاب الدعوات تو تھے ہی، عالم یہ تھا کہ جب بھی کسی پر ناراض ہوئے فوراً اللہ نے اس سے اِنتقام لیا، اور جب بھی انھیں کوئی چیز مرغوب ہوئی فوراً بفضلِ الٰہی غیب سے اس کے اَسباب فراہم ہوگئے۔ کبرسنی اور ناتوانی کے باوصف کثرت سے نفلیں پڑھتے، ہمہ وقت ذکر میں مشغول رہتے۔ آپ کا تواضع و اِنکسار ہر کسی پر عیاں تھا۔ حفظ حالات اور مراعاتِ اَوقات پر صبر کرنے والے تھے۔

ہم سے ہمارے کسی دوست نے یہ حکایت نقل کی کہ وہ کسی تجارتی سفر پر رواں دواں تھے؛ چنانچہ جب وہ سمرقند کے صحرا میں پہنچے تو انھیں اپنے سروں پر گھوڑے دوڑتے ہوئے محسوس ہوئے۔ راوی کہتے ہیں ہم کافی پریشان ہوئے، جب ہمیں اپنی جان خطرے میں نظر آئی، تو بے اِختیاری کے عالم میں ہم نے شیخ ابوعبداللہ الصومعی کو مدد کے لیے پکارا۔

کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ہمارے سامنے کھڑے مصروفِ عبادت ہیں، اور زبان پر 'سبوحٌ قدوسٌ ربنا اللہ' کا نغمہ جاری ہے۔ اور ساتھ ہی فرما رہے ہیں: 'اے اللہ کے گھوڑو! چلے جاؤ، اور ان کا راستہ چھوڑ دو'۔

کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! یہ جملہ اُن کی زبان سے نکلنے کی دیر تھی کہ گھڑسواروں کے قدم اُکھڑ گئے، اور بدحواسی کے عالم میں پہاڑ کی چوٹیوں اور نشیبی وادیوں سے جس طرف انھیں جگہ ملی بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہر کوئی الگ الگ بھاگا، ہم نے دو کو اکٹھے بھاگتے نہیں دیکھا۔

اس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں اُن (قزاقوں) سے محفوظ فرمایا۔ پھر جب

(سکون کا سانس لینے کے بعد) ہم نے شیخ کو ڈھونڈنا شروع کیا تو وہ دور دور تک نظر نہیں آئے، خدا معلوم کہاں چلے گئے تھے؛ چنانچہ جس وقت جیلان پہنچ کر ہم نے یہ واقعہ لوگوں کو سنایا تو وہ خدا کی قسمیں کھا کر کہنے لگے کہ شیخ صومعی تو ہم سے ایک دن کے لیے بھی جدا نہیں ہوئے، وہ تو برابر ہمارے ساتھ تھے!۔

آپ کی والدہ اُم الخیر اَمۃ الجبار فاطمہ بنت ابی عبداللہ صومعی کا شمار بھی وقت کی نیک و بزرگ خواتین میں ہوتا ہے، اور انھیں خیر وتقویٰ سے حصہ وافر عطا ہوا تھا۔

صاحب بہجۃ الاسرار بیان کرتے ہیں کہ مجھے فقیہ ابوعلی اسحٰق بن علی بن عبداللہ ہمدانی صوفی سے معلوم ہوا، انھوں نے شیخ الاصیل ابوعبداللہ محمد بن عبداللطیف بن الشیخ القدوۃ ابونجیب عبدالقادر سہروردی سے نقل کیا، اور وہ شیخ ابوخلیل احمد بن اسعد بن وہب بن علی مقری بغدادی ثم ہروی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

ہمیں دو باخدا ہستیوں امام الورع ابوسعد عبداللہ بن سلیمان بن جعران ہاشمی حنبلی، اور اُم احمد الجیلیہ نے بتایا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی والدۂ ماجدہ ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ بنت عبداللہ الصومعی کو اِس معاملے میں شرفِ اوّلیت حاصل ہے۔ اور انھوں نے ہم سے کئی مرتبہ یہ واقعہ بیان کیا کہ جس وقت میرے بیٹے عبدالقادر کی پیدائش ہوئی تو وہ ماہِ رمضان میں دن کے وقت میری چھاتی کو منہ تک نہیں لگاتا تھا۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ رمضان کے چاند کی رؤیت میں اِختلاف واقع ہوگیا؛ چنانچہ لوگ میرے پاس آکر میرے بیٹے کی بابت پوچھنے لگے، میں نے کہا کہ دن میں اس نے دودھ نہیں پیا؛ لہٰذا اس سے لوگوں پر واضح ہوگیا کہ چاند کی رؤیت ہوچکی ہے اور آج رمضان کا پہلا روزہ ہے۔ پھر پورے شہر میں اس واقعے کی ایسی شہرت ہوئی کہ لوگوں کی زبان پر یہ جملہ گردش کناں تھا:

انه وُلِد للأشراف وَلَد لا يرضع في نهار رمضان .

یعنی اہل سادات کے خانوادے میں ایک ایسا مولودِ سعید پیدا ہوا ہے جو رمضان کے دنوں میں دودھ کو منہ نہیں لگاتا۔

آپ کے عبداللہ نامی ایک بھائی تھے، جن کی عمر آپ سے کچھ کم تھی۔انھوں نے بھی بہترین تربیت پائی تھی، علمی ماحول میں پروان چڑھ رہے تھے اور خیر وتقویٰ کے میدان میں قدم جمارہے تھے کہ غیبی بلاوا آپہنچا اور جیلان کے اندر عین جوانی کے عالم میں راہی ملک بقا ہوگئے۔

آپ کے اوصاف وسراپا کے تعلق سے قاضی القضاۃ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن امام عماد الدین ابواسحٰق ابراہیم بن عبدالواحد المقدسی نے اپنے شیخ امام عادل ربانی موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی کا یہ قول یوں نقل کیا ہے: ہمارے شیخ شیخ الاسلام محی الدین ابومحمد عبدالقادر جیلی نحیف البدن ، درمیانہ قد ، کشادہ سینہ، لمبی ریش مقدس، گندمی رنگ ، باریک وپیوست ابرو، خوشنما آنکھیں، بلند ودل نشیں آواز، صاحب شہرت ومنزلت، خاموش طبع ، شانِ عظیم کے مالک،اور علم کا بحر ناپیدا کنار تھے-رضی اللہ عنہ وارضاہ-

پرورش وپرداخت

شیخ عبدالقادر جیلانی جیلان کے علاقے نیف یا بشتیر نامی ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوئے، جو اصلاً جنوبی ایران کے شمالی حصہ بحر قزوین میں واقع ہے۔ یہ علاقہ اپنی سرسبزی وشادابی کے باعث نمونۂ فردوس ہے۔ یہاں بل کھاتی نہروں، اور بارش کی رم جھمی پھوہاروں کا سماں دیدنی ہوتا ہے۔

آپ نے اپنے نانا سید عبداللہ صومعی کے زیر سایہ زندگی کے ابتدائی ایام گزارے؛

یہی وجہ ہے کہ جس وقت آپ جیلان میں تھے لوگ آپ کو 'ابن الصومعی' کہہ کے یاد کیا کرتے تھے۔ ابن عماد حنبلی کی 'شذرات الذہب' کی تحقیق کے مطابق آپ کا صرف ایک ہی بھائی تھا۔ عبداللہ نام تھا، اور عمر میں آپ سے چھوٹا تھا۔ بڑا نیک انسان تھا۔ جیلان ہی کے اندر قیام پذیر تھا، اور ٹھیک عنفوانِ شباب میں اللہ کو پیارا ہوگیا۔

چنانچہ آپ کی زندگی کی اُٹھان عبادت وریاضت اور صلاح وتقویٰ کے منہاج پر ہوئی۔ پوری زندگی آپ دنیا بیزار اور عاقبت شناس رہے۔ آپ شریعت کے اُصول و فروع اور معرفت کے اَسرار ولطائف کی تحصیل وتکمیل میں سرگرداں رہے؛ یہی وجہ ہے کہ جب خطۂ جیلان کے علوم شریعت اور رموزِ طریقت نے آپ کی سیرابی کا پورا سامان نہ کیا تو تشنگی شوق کھینچ کر آپ کو بغداد لے آئی؛ کیوں کہ اُس وقت بغداد مرکز علم مانا جاتا تھا اور دنیا جہان کے کونے کونے سے جنم جنم کے پیاسے آکر یہاں اپنی پیاس بجھاتے تھے۔

اُس وقت اہل جیلان مذہباً حنبلی تھے؛ کیوں کہ سنت رسول کے اِحیا وفروغ میں امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی جو خدمات رہیں اس کے اَثرات سے قرب وجوار کے خطوں میں آپ کی عظمت کا طوطی بولتا تھا۔ اور یہ خدمت جریدۂ عالم پر آپ کا نام ہمیشہ کے لیے ثبت کرگئی، اور لوگوں کے دلوں میں محبت وعقیدت کے گلستان سجا گئی۔ اس پر مستزاد یہ کہ بغداد تو اِمام احمد بن حنبل کا مسکن ہی تھا، تو اِس نسبت نے آپ کے اندر حنبلیَّت کی جڑ کو اور بھی مضبوط کردیا۔

آپ کے شیوخ واَساتذہ

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ نے حدیث نبوی کا شرفِ درس وسماع مندرجہ ذیل شخصیتوں سے پایا: ابوغالب محمد بن حسن باقلانی......، ابوبکر احمد بن مظفر......، ابوالقاسم علی بن بیان الرزاذ......، ابومحمد جعفر بن احمد السراج-متوفی: ۵۰۹ھ-مؤلف 'مصارع العشاق'......، ابوسعید محمد بن خشیش......، ابوطالب بن یوسف۔

فقہ کے دقائق کی تحصیل ان شخصیات سے فرمائی: ابوالوفا بن عقیل - جو اس وقت بغداد کے شیخ الحنابلہ تھے-......، ابوالخطاب محفوظ بن احمد کلوذانی حنبلی......، قاضی ابوسعید مبارک بن علی مخرمی-متوفی: ۵۲۸ھ-......، ابوالحسن بن قاضی ابویعلی فراء حنبلی۔

علم اَدب وبلاغت اور بیان وبدیع کے رموز بطورِ خاص ابوزکریا یحییٰ تبریزی-متوفی ۵۰۲ھ- سے حاصل کیا۔

علم تصوف کے اَسرار ومعارف ان شخصیتوں سے سیکھے: ابومحمد جعفر بن احمد السراج -متوفی: ۵۰۹ھ-......، شیخ حماد بن مسلم الدباس-متوفی ۵۲۵ھ-......، اور قاضی ابوسعید مخرمی مخزومی۔ اِن مؤخر الذکر سے آپ کو خصوصی فیضان عطا ہوا، انھیں کے ذریعہ آپ کو فقہ کی برکتیں بھی نصیب ہوئیں، اور پھر ان کی خلافت ونیابت کے بطور ان کے مدرسہ میں منصب تدریس پر بھی فائز ہوئے۔

ابن جوزی کی 'منتظم'، امام ذہبی کی العبر فی خبر من غبر، سیر اعلام النبلاء، اور ابن رجب حنبلی کی 'ذیل طبقات الحنابلہ' میں یہ تفصیلات موجود ہیں۔

قرآن وعلوم قرآن، اور قراءت وتفسیر کی تحصیل ابوالوفا علی بن عقیل حنبلی الخطاب محفوظ الکولذانی سے کی۔

آپ کے شیوخ کی فہرست میں یہ اسماے گرامی بھی ملتے ہیں: ابوالغنائم محمد بن محمد بن علی الفرسی......، عبدالرحمٰن بن احمد بن یوسف......، اور ابوالبرکات ہبۃ اللہ المبارک وغیرہ۔ آپ نے درس وتعلّم کا سلسلہ زرّیں اس وقت تک جاری رکھا جب تک علوم وفنون کی اُصول وفروع، علوم قرآن، اور بلاغت واَدب میں ماہرانہ شان کے مالک نہ ہوگئے۔

حنبلی المذہب ہونے کے ناطے فقہ میں آپ کا نصب العین تو فقہ حنبلی کی تحصیل ہی تھا؛ تاہم ساتھ میں آپ نے مذہب شافعی کا بھی بہت گہرائی سے مطالعہ کیا۔ اور اس طرح کوئی تینتیس سال تک علم وتحقیق کی گتھیاں سلجھاتے رہے؛ لیکن یہ سلسلہ تحصیل علم متصل نہیں رہا بلکہ حالات ومواقع کے پیش نظر اِس میں وقفے اور اِنقطاع بھی ہوتے رہے۔

طریقت میں آپ کی سند

مولانا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی سند طریقت میرے والد گرامی شیخ محمد احمد الماحی علیہ الرحمہ کے بتانے کے مطابق یوں ہے :

(شیخ کی یہ سند سترہ واسطوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جاملتی ہے)

(شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ)......، شیخ مبارک مخزومی رضی اللہ عنہ......، شیخ ابوالحسن القرشی رضی اللہ عنہ......، شیخ طرطوس المکی رضی اللہ عنہ......، شیخ عبدالواحد تمیمی رضی اللہ عنہ......، شیخ ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ......، شیخ حبیب اللہ عجمی رضی اللہ عنہ......، اِمام الجنید رضی اللہ عنہ......، شیخ سری السقطی رضی اللہ عنہ......، شیخ معروف الکرخی رضی اللہ عنہ......، شیخ حسن البصری رضی اللہ عنہ......، سید علی الرضا رضی اللہ عنہ......، سید موسی الکاظم رضی اللہ عنہ......، سید جعفر الصادق رضی اللہ عنہ......، سید محمد الباقر رضی اللہ عنہ......، سید زین العابدین رضی اللہ عنہ......، امام الحسین رضی اللہ عنہ......، امام علی کرم اللہ وجہہ......، سید الانام خاتم الانبیاء الکرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اور صاحب بہجۃ الاسرار نے کسی دوسرے طریق سے ایک سند یوں بیان کی ہے :

(اور یہ سند صرف بارہ واسطوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جاملتی ہے)

(شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ)......، ابوسعید مبارک مخزومی......، سیدی ابوالحسن علی بن یوسف القرشی الہکاری......، سیدی ابوالفرج الطرطوسی المکی......، سیدی ابوبکر الشبلی ......، سیدی ابوالقاسم جنید البغدادی......، سیدی سرالسقطی......، سیدی ابومحفوظ معروف الکرخی......، سیدی داؤد الطائی......، سیدی حبیب عجمی......، سیدی حسن البصری ......، سیدی امیر المومنین امام علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔

منصب اِرشاد وتدریس پر

قارئین کرام! - خدا مجھ پر اور آپ پر اپنی رحمتوں کی بھرن برسائے - لوحِ ذہن پر نقش فرمالیں کہ جس وقت شیخ الاسلام محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے علوم شریعت اور فنونِ دینیہ کے ہیرہ وجواہرات سے خود کو مزین و آراستہ فرمالیا، اس کے لطائف ومعارف پر دسترس پالی، فضل وکمال کے زینے طے کرلیے، اور سلوک الی اللہ کے سفر میں خود کو علائق دنیوی سے آزاد کر کے حسن آداب کو توشۂ راہ کے طور پر اپنالیا، تو پھر انھیں بساطِ تدریس بچھانے کی خصوصی ہدایت ہوئی؛ لہٰذا شوال ۵۲۱ھ میں آپ نے مجلس پند ونصیحت منعقد کی۔ خدا گواہ! ایسی مجلس چرخِ کہن نے شاید ہی دیکھی ہو، ساری مجلس پر ہیبت وجلال کا ایسا سماں ہوتا کہ کہیں سے کوئی حرکت سنائی نہ دیتی، اور اولیا وملائکہ اس پر جاں نثارانہ ٹوٹے پڑتے، پھر جب آپ کی زبانِ اقدس کھلتی تو کتاب وسنت کے چشمے سے لعل وجواہر کی برسات ہوتی۔ آپ علیٰ رؤس الاشہاد بیان فرماتے۔

آپ نے اپنے حکیمانہ طریقۂ دعوت سے جب لوگوں کو خدائی راہ کی طرف بلایا تو اطاعت واِنقیاد میں گردنیں جھک گئیں، اور لوگ سرپٹ دوڑ پڑے۔ کتنی خوش بخت ہیں مشتاقوں کی وہ روحیں جنھوں نے اس پکارنے والے کی پکار پر لبیک کہا ہوگا۔ اور کتنے سعادت نصیب ہیں عارفین کے وہ دل جنھوں نے اس کی دعوت کو بڑھ کر قبول کیا ہوگا!۔

مجلس وعظ میں آپ کے خطبے کا آغاز یوں ہوتا: الحمد للہ رب العالمین...... پھر ذرا سا سکوت فرما کے پڑھتے: الحمد للہ رب العالمین...... پھر ذرا سا خاموش رہ کر گویا ہوتے: الحمد للہ رب العالمین...... پھر ذرا سا سکتہ فرما کے یوں لب کشا ہوتے :

عدد خلقه وزنة عرشه ورضاء نفسه ومداد كلماته ومنتهى علمه وجميع ما شاء وخلق وذرأ وبرأ عالم الغيب والشهادة، الرحمٰن الرحيم، الملك القدوس، العزيز

الحكيم، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد يحي ويميت، بيده الخير وهو على كل شيئ قدير، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله، أرسله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركين .

(خطبہ کے یہ جملے اِرشاد فرمانے کے بعد سامعین کو دعائیہ کلمات سے یوں نوازتے:)

اللّٰهم أصلح الإمام والأمة، والراعي والرعية، وألِف بين قلوبهم في الخيرات، وادفع شر بعضهم عن بعض.

اللهم أنت العالم بسرائرنا فأصلحها، وأنت العالم بذنوبنا فاغفرها، وأنت العالم بعيوبنا فاسترها، وأنت العالم بحوائجنا فاقضها، لا ترانا حيث نهيتنا، ولا تفقدنا حيث أمرتنا، ولا تنسنا ذكرك ولا تؤمنا مكرك، ولا تحوجنا إلى غيرك، ولا تجعلنا من الغافلين.

اللهم ألهمنا رشدنا وأعذنا من شرور أنفسنا، أعزنا بالطاعة ولا تذلنا بالمعصية، وأشغلنا بك عمن سواك، إقطع عنا كل قاطع يقطعنا عنك، ألهمنا ذكرك وشكرك وحسن عبادتك .

یعنی اے اللہ! اُمت اور امامِ وقت کی اِصلاح فرما۔ حکمراں اور خلق خدا کے قدم جادۂ مستقیم پر گامزن فرما۔ نیکیوں کے معاملے میں اُن کے دل باہم جوڑ دے۔ اور ان میں کے ایک کی برائی کو دوسرے سے دفع فرما۔

اے پروردگار! تجھے ہمارے بھیدوں اور رازوں کی خبر ہے؛ لہٰذا ان کی اصلاح فرما۔ تو ہمارے گناہوں پر آگاہ ہے؛ لہٰذا انھیں آپ عفو سے دھل دے۔ ہمارے عیوب تجھ پر عیاں ہیں؛ لہٰذا انھیں ڈھانک دے۔ ہماری ضرورتوں کا

تجھے علم ہے؛ لہٰذا انھیں پوری فرما۔ مولا! جو تیری ناراضگی کی جگہیں وہاں ہمیں کبھی نہ دیکھ۔ اور جہاں سے تیری رضا وخوشنودی ملتی ہے وہاں سے ہمیں ہٹنے نہ دے۔ ہم سے اپنے ذکر کی لذت کبھی نہ بھلا۔ اور نہ ہمیں کبھی اپنی خفیہ تدبیر سے مطمئن ہو رہنے کی توفیق دے۔ اپنے در سے وابستہ رکھ، غیر کی ٹھوکروں سے بچا۔ اور ہمیں غفلت شعاروں میں ہونے سے بچالے۔

اے مالک ومولا! رشد وہدایت کی بھیک عطا فرما۔ نفس کی شرارتوں سے محفوظ فرما۔ طاعت وبندگی کو ہمارا سرمایۂ فخر وعزت بنا۔ معصیت ونافرمانی کی ذلت سے ہمیشہ دور رکھ۔ اپنے ذکر وفکر میں ہمیں ایسا مشغول ومگن رکھ کہ تیرا سوا کوئی یاد ہی نہ رہے۔ جو ہماری راہ تجھ سے کاٹ دے تو اس کو ہم سے بے تعلق کردے۔ اور ہمیں اپنے ذکر وشکر اور حسن عبادت کی توفیق سے سرفراز فرما۔

اس کے بعد اپنی داہنی سمت متوجہ ہو کر یہ ارشاد فرماتے :

لا إله إلا الله، ما شاء الله كان، لا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم .

یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی ہو جو اللہ چاہے۔ قوت وطاقت کا سرچشمہ اسی کے پاس ہے، وہ بڑا سربلند اور عظیم ہے۔

پھر اپنے چہرہ کی طرف انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے (یہی جملہ) فرماتے :

لا إله إلا الله، ما شاء الله كان، لا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم .

اس کے بعد اپنی بائیں سمت رخ کرکے یہ اِرشاد فرماتے، مزید یہ دعا کرتے :

لا تبد أخبارنا، لا تهتك أستارنا، لا تأخذنا بسوء أعمالنا، لا تحينا في غفلة ولا تأخذنا على غرة، ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا، ربنا ولا تحمل علينا إصرا كما

حملته على الذين من قبلنا، ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به، واعف عنا، واغفر لنا، وارحمنا، أنت مولانا فانصرنا على القوم الكٰفرين .

یعنی (اے پروردگار!) ہماری بری باتیں ظاہر کرکے اور ہمارے چھپے رازوں کو فاش کرکے ہمیں رسوا نہ فرما۔ شامت اعمال کے باعث ہم سے مؤاخذہ نہ کر۔ ہمیں غفلت والی زندگی نہ دے، اچانک گرفت کرنے سے ہمیں محفوظ فرما، اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر بیٹھیں تو ہماری گرفت نہ فرما، اے ہمارے پروردگار! اور ہم پر اتنا (بھی) بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا، اے ہمارے پروردگار! اور ہم پر اتنا بوجھ (بھی) نہ ڈال جسے اُٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں، اور ہمارے (گناہوں) سے درگزر فرما، اور ہمیں بخش دے، اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا کارساز ہے پس ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما۔

(اس خطبہ ودعا کے بعد) آپ (کسی موضوع) پر کلام فرماتے۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ آپ اپنی مجلس کی اِبتدا علمی گفتگو سے فرماتے۔ جس وقت آپ کرسی پر براجمان ہوجاتے، کیا مجال کہ کوئی خلافِ مجلس حرکت کرے۔ بات چیت بند، مارے ہیبت کے کوئی مجلس سے اُٹھتا تک نہ تھا؛ حتیٰ کہ کھانسیاں اور گلے کی خراش پر بھی تالے لگ جاتے تھے۔

(آپ کی مجلس کی عظیم کرامت یہ تھی کہ) اِزدحام کثیر ہونے کے باوجود مجلس کی آخری قطار میں بیٹھا ہوا شخص آپ کی سماعت سے بالکل یوں ہی محظوظ ہوتا جس طرح صف اوّل میں بیٹھا شخص آپ کو سن رہا اور حظ لے رہا ہوتا تھا، (آپ کی صوت وصدا کا فیضانِ کرم ہر کسی کو یکساں نوازا کرتا تھا)۔ آپ اہل مجلس کے دلی خطرات معلوم کرکے اسی کے مطابق کلام فرماتے، ساتھ کشف کے ذریعہ ان پر توجہ خاص بھی فرماتے رہتے تھے۔

ہفتے میں مدرسے کے صحن میں آپ کی وعظ وبیان کی تین مجلسیں منعقد ہوتی تھیں۔

جمعہ کی صبح، منگل کی شب، اور اتوار کی صبح کو۔ آپ کے سامعین میں عوام الناس کے ساتھ کثرت سے علمائے کرام، مشائخ عظام اور فقہائے وقت ہوا کرتے تھے۔

اس طرح چالیس سال تک آپ کے درس و اِفاضہ کا یہ ابرِ کرم مسلسل برستا رہا۔ پہلا درس و وعظ ۵۲۱ھ میں دیا اور آخری درس و بیان ۵۶۱ھ میں۔ یوں ہی آپ نے تینتیس سال تک اپنے مدرسہ میں بیٹھ کر تدریس کا پیغمبرانہ منصب سنبھالا، اور گراں مایہ فتاوے رقم فرمائے۔ اس کا آغاز ۵۲۸ھ سے کیا اور اِختتام ۵۶۱ھ میں۔

آپ کی مجلس میں دو قاری بغیر خوش نغمگی؛ مگر تجوید و ترتیل کی بھرپور رعایت کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت پر مامور تھے۔ سید ابوالفتح مسعود بن عمر ہاشمی بھی آپ کی مجلس میں پڑھا کرتے تھے۔ آپ کی مجلس میں (وعظ و بیان سن کر) دو تین آدمی کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جاتی رہی۔ نیز آپ کے اِرشادات و ملفوظات لکھنے کے لیے مجلس میں چار سو تجربہ کار خوش نویس علما اور دیگر شخصیات موجود رہا کرتی تھیں۔

سید ابوالفتح ہاشمی مقری کا بیان ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے مجھے قرآن کریم کی تلاوت کا حکم دیا؛ چنانچہ جب میں پڑھنا شروع کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئی ہیں۔

عبداللہ جانی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلی رضی اللہ عنہ مجھ سے فرمانے لگے: دل میں خواہش اُبھرتی ہے کہ کاش! میں صحرا و بیاباں میں کہیں فروکش ہوتا، جیسے میں اِبتدا میں تھا، نہ خلقِ خدا مجھے دیکھتی اور نہ میں انھیں دیکھتا۔

پھر فرماتے: لیکن خداوند قدوس کے اِرادہ و مشیت میں کچھ اور تھا، اور وہ یہ کہ میری ذات، مخلوقاتِ الٰہیہ کے لیے فیض بخش اور نفع رساں ثابت ہو۔ تمہارے علم کے لیے بتاتا ہوں کہ میرے ہاتھوں پر پانچ سو سے زیادہ یہود و نصاریٰ شرفِ اسلام سے مشرف ہوئے ہیں۔ اور لاکھوں سے زیادہ گناہ گار و معصیت کیش توبہ کر کے راہِ راست پر گامزن ہوئے

ہیں۔ اور یقیناً یہ بڑی خیر و سعادت کی بات ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ عالمانہ لباس زیب تن فرماتے۔ خچر کی سواری کرتے، آپ کے سامنے سے پردے ہٹ جاتے (یعنی حقیقتیں بے نقاب ہو جاتیں)، اونچی کرسی پر جلوہ افروز ہو کر خطاب فرماتے۔ آپ کے کلام میں تیزی و بلند آوازی ہوتی۔

آپ کی باتوں پر کان دھرا جاتا۔ جب آپ لب کشا ہوتے تو سامعین گوش بر آواز ہو جاتیں، اور ماحول پر خموشی مسلط ہو جاتی۔ جب کوئی حکم کرتے، تو بجا آوری کے لیے ریس ہوتی۔ جب کوئی سخت دل اور مغرور شخص آپ کو دیکھتا، تو مارے ہیبت کے اس کی گردن جھک جاتی۔

جس وقت بروزِ جمعہ آپ جامع مسجد سے گزرتے، تو لوگ قطار اندر قطار بازاروں میں کھڑے ہو جاتے، اور آپ کے وسیلے سے بارگاہِ الٰہی میں اپنی حاجت برآری کی دعائیں مانگتے۔ آپ کی شخصیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسا رعب و دبدبہ رکھ دیا تھا کہ اگر کسی پر نگاہ ڈال دیتے تو ایسا لگتا کہ آپ کی ہیبت سے وہ تھرتھرا کر گر پڑے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کے روحانی فیوض و برکات سے ہمیں مالا مال فرمائے۔

تصنیفات وتالیفات

الغنية لطالبي طريق الحق، الفتح الرباني والفيض الرحماني من كلام الكيلاني، فتوح الغيب، حزب بشائر الخيرات، المواهب الرحمانية والفتوحات الربانية، يواقيت الحكم، سر الأسرار في التصوف، رد الرافضة، مسك الختام في تفسير القرآن الكريم، تنبيه الغبي إلى رؤية النبي، جلاء الخاطر من كلام الشيخ عبد القادر، الرسالة الغوثية، معراج لطيف المعاني، بهجة الأسرار (مجموعة مواعظ للشيخ

عبد القادر)، ورد الجلالة للجيلاني، وصايا للشيخ، رسائل الشيخ عبد القادر، ديوان الشيخ عبد القادر، الفيوضات الربانية .

وفاتِ حسرت آیات

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے ۸؍ربیع الآخر، شب ہفتہ-۵۶۱ھ- میں بغداد میں اِس دارِ فانی کو الوداع کہا۔ اور آپ کے مدرسہ کے 'باب الازج' میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ اِزدحام اور لوگوں کی ریل پیل کا یہ عالم تھا کہ کیا دوکان، کیا مکان، کیا سڑک، کیا گلی، اور کیا شاہ راہ، ہر طرف بنی نوعِ انساں کا جیسے ایک سیلاب اُمڈ پڑا تھا۔ بغداد کا شاید ہی کوئی شخص ہو جس نے اس میں شرکت نہ کی ہو۔

کثرت عالم کے باعث دن میں آپ کی تدفین ممکن نہ ہوسکی؛ رات میں کہیں جا کر اس آفتاب و ماہتاب کو زیرلحد دفن کیا گیا۔ نماز جنازہ آپ کے صاحبزادے شیخ عبد الوہاب نے پڑھائی۔ اُس دن بالکل قیامت کا سا سماں تھا، لوگوں کے اِزدحام سے ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے کوئی محشر بپا ہوگیا ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ آپ زندگی کے طویل سفر کے دوران کبھی کسی شدید بیماری میں مبتلا نہیں ہوئے؛ سوائے مرضِ موت کہ آپ پر ایک شب وروز علالت مسلط رہی، اور بس۔ آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالعزیز نے اس مرض کا سبب دریافت کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا: مجھ سے کوئی کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کرے، میں تو علم الٰہی میں پلٹے کھا رہا ہوں۔ میرے مرض کا نہ کسی کو پتا ہے، اور نہ کوئی اس کی تہ تک پہنچ سکتا ہے۔

آپ کے دوسرے صاحبزادے شیخ عبدالجبار نے اِستفسار کیا کہ آپ کے جسم کے کس حصے سے درد کی ٹیسیں اُٹھتی ہیں؟ ۔ فرمایا: سارا بدن چور چور، اور انگ انگ پُر الم ہے؛ سوائے دل کے کہ وہ ہر درد سے آزاد ہو چکا ہے؛ کیوں کہ اُسے معیت الٰہی نصیب ہو چکی ہے۔

آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے: مجھے کسی انسان کا کوئی خوف نہیں، موت اور ملک الموت سے بھی میں نہیں ڈرتا۔ پھر اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے اور یہ کہتے ہوئے واپس نیچے لے آتے: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اس کے بعد آپ پر سکراتِ موت کی کیفیت طاری ہوئی۔ اور آپ بار بار اس کلمے کی تکرار کرنے لگے :

استعنت بلا إله إلا الله سبحانه وتعالى هو الحي الذي لا يموت، ولا يخشى الموت، سبحان من تعزز بالقدرة وقهر عباده بالموت، لا إله إلا الله محمّد رسول الله .

چنانچہ جب لفظ تعزز پر پہنچے تو زبان لڑکھڑانے لگی؛ مگر پھر کوشش کر کے اسے صحت کے ساتھ اَدا کیا، اور پھر اللہ اللہ کی تکرار شروع کردی؛ یہاں تک کہ دھیرے دھیرے آپ کی آواز پست ہوتی گئی اور زبانِ مبارک سقف حلق سے جا کر چپک گئی، اور پھر اسی لمحے روحِ مبارک قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ۔

آپ نے اپنی اولاد کو ایک وصیت کی تھی جو بعینہٖ یہاں نقل کی جاتی ہے :

عليك بتقوى اللّٰه عز وجل وطاعته، ولا تخف أحدًا سوى اللّٰه، ولا ترجوا أحدا سوى الله، وكل الحوائج كلها إلى اللّٰه عزوجل، واطلبها جميعها منه، ولا تثق بأحد سوى اللّٰه عز وجل، ولا تعتمد إلا عليه سبحانه، وعليك بالتوحيد، التوحيد، التوحيد، فإن جماع الكل التوحيد. ثم قال : مُروا بأخبار الصفات على ما جاء ت، الحكم يتغير والعلم لا يتغير، الحكم ينسخ والعلم لاينسخ .

یعنی (اے پسر عزیز!) تقویٰ الٰہی اور طاعت خداوندی کو حرزِ جاں بنالو۔ اللہ کے سوا ہر خوف سے بے خوف ہو جاؤ۔ خدا کی ذات کے سوا کسی سے کچھ اُمید نہ رکھو۔ ساری ضرورتیں خدا کے بھروسے رکھ چھوڑو۔ جو بھی مطالبات ہوں اسی سے مانگو۔ اللہ کے علاوہ کسی پر نہ بھروسہ کرو، اور نہ کسی کو معتمد جانو۔ توحید پر جمے رہو۔ توحید (کے رنگ میں رنگے رہو)۔ توحید (کی رسی مضبوطی سے تھام لو)؛ کیوں کہ توحید ہی سرمایۂ نجات ہے۔ پھر فرمایا: حکم شرع کے مطابق حسن اخلاق اور عمدہ صفات کا لوگوں کو حکم کرتے رہا کرو؛ لیکن یاد رکھنا حکم تغیر پذیر ہے؛ مگر علم بے لچک ہے۔ اور حکم کبھی منسوخ ہو جاتا ہے؛ مگر علم کبھی منسوخ نہیں ہوتا!۔

أوصيك يا ولدي بتقوى الله وطاعته، ولزوم الشرع وحفظ حدوده، واعلم يا ولدي أن طريقتنا هذه مبنية على الكتاب والسنة وسهل الصدور وسخاء اليد وبذل الندى وكف الجفا وحمل الأذى والصفح عن عثرات الإخوان .

فرزند دل بند! ایک بار پھر تجھے اللہ کے تقوی وطاعت سے آراستہ ہونے کی وصیت کرتا ہوں۔ شریعت کی راہ پر جادہ پیما رہنا، اور اس کی حدود کا خیال رکھنا۔ عزیز وافر تمیز! یہ بات لوحِ دل پر نقش کرلے کہ ہمارا یہ طریقہ کتاب سنت پر قائم ہے۔ (اس کی تعلیم یہ ہے کہ) سینوں میں گدازی پیدا کی جائے اور کینوں سے پاک رکھا جائے، ہاتھ کشادہ وسخی ہوں۔ عطاو بخشش عام کردی جائے۔ جور وجفا کے دروازے بند کردیے جائیں۔ تکلیفیں برداشت کی جائیں۔ اور برادرانِ دینی کی لغزشوں کو درگزر کردیا جائے۔

طریقہ قادریہ کا پھیلاؤ

جس طریقہ قادریہ کی بنیاد شیخ سید عبدالقادر جیلی رضی اللہ عنہ نے رکھی وہ سرتاپا کتاب وسنت کی آئینہ دار ہے۔ پھر اس بنیاد پر مضبوط وحسین کپڑا چڑھایا گیا؛ حتیٰ کہ لوگ

اس کی تعریف وتوصیف میں یوں رطب اللسان نظر آنے لگے کہ یہ طریقہ تو دین اسلام- جو ہر باطل سے جدا ہے- کا مغز ونچوڑ ہے۔ اس طریقے کی طرف لوگوں کی رغبتیں بس اسی لیے مائل ہیں کہ یہ ہر طرح کے غلو سے پاک ہے، اور صلاح وتقویٰ اور زہد وورع کے حوالے سے اپنا تعارف آپ ہے۔ نتیجے میں اس کی شہرت کی طنابیں جملہ اسلامی وغیر اسلامی ممالک تک دراز ہوتی چلی گئیں۔

(اندازہ فرمائیں کہ) اس طریقہ کی بہاریں ہسپانیا اور غرناطہ کے دور دراز علاقوں تک پہنچ گئیں۔ نیز طریقہ قادریہ کی مرکزیت مغرب میں شہر فاس تک منتقل ہوگئی۔ یہی وہ طریقہ ہے جس کے انوار وبرکات کے طفیل بربریوں سے بدعت کے اندھیرے چھٹے، اور وہ اہل سنت وجماعت کے جھنڈے تلے آگئے۔ نیز افریقہ کے حبشی اسی طریقہ عالیہ کے مشائخ کی کاوشوں سے جادۂ مستقیم پر گامزن ہوئے۔

سلسلہ قادریہ کے مشائخ وسجادہ نشین کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اس سلسلے سے متعلق ہونے والے ہر مرید کو ایک شجرہ نیز اجازتِ اوراد عنایت کرتے ہیں؛ تاکہ اس کا اس بابرکت سند کے ساتھ اتصال قائم رہے۔

سلسلہ قادریہ کی سب سے پہلی خانقاہ' مغرب کے شہر فاس کے علاقہ 'خاج العراق' میں تعمیر کی گئی؛ جس کے موسس کوئی اور نہیں؛ خود سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت سید شیخ ابراہیم تھے۔ اور اب تو ایشیا کے اندر بھی قادری خانہ کے نام سے سلسلہ قادریہ کی بہت سی خانقاہیں وجود پذیر ہوگئی ہیں۔

یوں ہی اللہ کے فضل وکرم سے حجاز کے اندر بھی بہت سی قادری خانقاہیں قائم ہوگئی ہیں؛ حتیٰ کہ -۶۶۱ھ- میں صرف مکہ معظمہ کے اندر قادری خانقاہوں اور زاویوں کی تعداد تین سو اکیاسی (۳۸۱) تک پہنچ گئی تھی۔

دوسری فصل

القطب

السيد أحمد الرفاعي قدس الله سره

حیات وخدمات

(۵۱۲ھ=۱۱۱۸ء ...... ۵۷۸ھ=۱۱۸۲ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا اِمام شیخ احمد الرفاعی -قدس اللہ سرہ-

نام ولقب

السید السند، قطب اوحد، استاذ العلماء، امام الاولیاء، سلطان الرجال، شیخ المسلمین، العالم الکبیر، عارف باللہ، بحر شریعت ابوالعباس احمد الرفاعی۔ اباً حسینی، اُماً اَنصاری، مذہباً شافعی، بلداً واسطی۔

ولادت وتربیت

امام رفاعی رضی اللہ عنہ بروز جمعرات، ماہِ رجب کے نصف اوّل (۱۵؍رجب) کو -۵۱۲ھ- میں مسترشد باللہ عباسی کے زمانۂ خلافت میں مقام اُم عبیدہ کے 'حسن' نامی ایک قصبہ میں پیدا ہوئے۔ اُم عبیدہ' علاقہ بطائح میں واسط وبصرہ کے درمیان واقع ہے۔

آپ کے والد ابوالحسن سلطان علی (متوفی:۵۱۹ھ) بغداد کے سفر پر تھے کہ غیبی بلاوا آپہنچا۔ اور وہیں بغداد میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ ابن مسیّب نے آپ کی قبر بہت خوبصورت تعمیر کرائی، اُس کے بغل میں آپ کے نام سے معنون ایک مسجد بھی تعمیر کی۔ بغداد شارعِ رشید پر آپ کا مزار پراَنوار آج بھی زیارتِ گاہِ خلائق ہے۔(۱)

معمولی سی عمر میں والد کا سایہ سر سے اُٹھ جانے کے باعث آپ کے ماموں شیخ منصور کی آغوشِ تربیت میں آپ کی نشو ونما شروع ہوئی، جہاں آپ کو زیورِ اَدب اور حلیہ

(۱) مناقب الاقطاب الاربعہ، تفصیلی:۳۵۔

اخلاق سے آراستہ ہونے کا سنہرا موقع میسر آیا۔ پھر آپ کی تعلیم وتر تیب کے اُمور علامہ مقری شیخ علی ابوالفضل واسطی -قدس اللہ سرہ- کے سپرد ہو گئے، جن کی کامل سر پرستی میں آپ کو جہانِ فقہ وتصوف کی سیر کی سعادت نصیب ہوئی، اور ان کے پاس سے آپ کندن بن کر نکلے۔

نسب پدری

والدگرامی کی طرف سے آپ کا نسب نامہ یوں ہے :

السید احمد محی الدین ابو العباس الرفاعی ابن السید ابی الحسن علی -دفین بغداد- ابن السید یحییٰ نقیب البصرة ابی احمد -المهاجر من المغرب- ابن السید ابی حازم ثابت ابن السید علی الحازم ابی فراس ابن السید ابی علی احمد المرتضیٰ ابن السید علی ابی الفضائل ابن السید الحسن الاصغر رفاعة الهاشمی المکی- نزیل بادیة اشبیلیة بالمغرب- ابن السید ابی رفاعة المهدی ابن السید ابی القاسم محمد ابن السید الحسن ابی موسیٰ رئیس بغداد -نزیل مکه- ابن السید الحسین عبد الرحمن الرضی المحدث ابن السید احمد الصالح -ویقال له الاکبر- ابن السید موسیٰ الثانی -ویقال له ابو یحییٰ وابو سبحیٰ- ابن الامیر الجلیل السید ابی محمد ابراهیم المرتضیٰ ابن السید الامام موسیٰ الکاظم ابن السید الامام جعفر الصادق ابن السید الامام محمد الباقر ابن السید الامام علی زین العابدین ابن السید الامام امیر المؤمنین الحسین الشهید بکربلاء ابن السید الامام امیر المؤمنین اسد الله الغالب سیدنا علی ابن ابی طالب وام سیدنا الحسین سیدة نساء العالمین وبضعة سید المرسلین سیدتنا فاطمة الزهراء النبویة بنت سید الخلق وحبیب الحق نور عیوننا وقلوبنا کشاف مدلهماتنا وکروبنا، روح الارواح وباب المفتاح، بحر المعارف التی تفجرت منه بحور العرفان، مولی العوالم سیدنامحمد رسول الله صلی الله علیه وآله وصحبهٖ وسلم.

یہ مذکورہ نسب سید احمد رفاعی کا (صحیح ترین نسب) ہے۔

نسب مادری

ثقہ راویوں کے مطابق والدہ ماجدہ کی طرف سے آپ کا نسب نامہ یوں ہے :

الحسيبة المعمرة الزاهدة العابدة الصالحة أم الفضل فاطمة الأنصارية أخت الباز الأشهب والترياق المجرب الإمام العارف باللّٰه صاحب وقته ذی الكأس النورانی والفتح الصمدانی شيخ الطوائف منصور الزاهد البطائحی الربانی -نسبة من قرية من قرى البطائح اسمها الرب-، لأبويه وأبوهما العارف الكبير الشيخ يحی النجاري ابن الشيخ موسیٰ أبی سعيد ابن الشيخ كامل بن الشيخ يحی الكبير ابن الإمام الصوفی الشهير محمد أبی بكر الواسطی ابن موسیٰ بن محمد بن منصور بن خالد بن زيد بن متی -وهو أيوب بن خالد أبی أيوب بن زيد الأنصاری النجاري الصحابي الجليل(رضی اللّٰه عنه وعن أصحاب رسول اللّٰه أجمعين) .

پیکرو سراپا

حضرت سید احمد الرفاعی کا سراپا کچھ یوں ہے: گندم گوں رنگت، میانہ قد، درخشاں چہرہ، سیاہ زلفیں، سینے پر سیاہ گھنے بال، خفیف رخسار، کشادہ پیشانی، اور گول ومن موہنا مکھڑا جو ہر وقت تبسم کی موتیاں بکھیرتا رہتا تھا۔

آپ کا لباس سفید قمیص اور سفید چادر ہوا کرتا۔ ساتھ ہی سفید چمڑے کا خف بھی استعمال فرماتے تھے۔ (گویا سنت کی اِتباع میں سفید رنگ سے آپ کو قلبی لگاؤ تھا)۔ آپ کی شخصیت میں ہیبت ودبدبہ اور رعب وجلال وافر مقدار میں خمیر تھا۔ ہم مجلس کی کیا مجال کہ نظر بھر کے آپ کو دیکھ لے؛ حالانکہ آپ نہایت نرم دل، شفیق وخلیق، اور مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک تھے۔

علم وسند

آپ نے قرآن کریم حفظ کرنے کی سعادت مقری شیخ عبدالسمیع الحربونی کی بارگاہ سے حاصل کی۔ پھر جب تربیت وتعلیم کے اُمور ابوالفضل واسطی –قدس سرہ العزیز– کے حوالے ہوگئے، اس وقت آپ نے عقلی ونقلی علوم میں ماہرانہ کمال پیدا کیا، اور فضل وکمال کی ہر شاخ پر اپنا آشیانہ بنایا۔

آپ ابھی عمر کی بیسویں بہاروں میں تھے کہ اُستاذ ومرشد شیخ الواسطی نے (مستقبل میں آپ کی عظمت وکرامت اور فضیلت ومنقبت کا پیش اندازہ کرکے) جملہ علوم شریعت وطریقت کی اجازتِ عام عطا فرمادی، اور ساتھ ہی خرقہ پوشی کرکے خلعتِ خلافت سے بھی نواز دیا۔

تاہم آپ نے تحصیل علم کے تسلسل کو برقرار رکھا، اور پوری ذمہ داری ومستعدی کے ساتھ شیخ ابوبکر واسطی کے حلقہ دروس سے خود کو وابستہ رکھا، اور علم شریعت سے پورے طور سے آسودہ ہوکر وہاں سے اُٹھے۔ نیز فقہ کے غوامض ودقائق کی تحصیل اپنے ماموں شیخ منصور بطائحی کے ہاتھوں مکمل کرکے اُن سے اجازت وصول کی۔

جس وقت آپ کے ماموں شیخ منصور کو اپنی زندگی کا چراغ گل ہونے کا اندازہ ہوا تو انھوں نے آپ کو بلوا کر شیخ الشیوخ کی اَمانت اور اپنے خاص وظائف کی ذمہ داری نبھانے کا عہد لیا، اور آپ کو مسند سجادگی اور منصب ارشاد پر فائز فرمادیا۔ (اتنی عظیم ذمہ داری قبول کرتے وقت آپ کی عمر مبارک صرف اٹھائیس سال تھی)۔

شیخ احمد رفاعی رضی اللہ عنہ نے اس قدر تحصیل علم کیا کہ آپ بیک وقت عالم وفقیہ بھی تھے، قاری ومجود بھی، مفسر ومحدث بھی تھے اور دین کی اعلیٰ قدروں کی نشر واشاعت کرنے والے عظیم مجاہد بھی۔ فقہ میں آپ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مذہب کے مقلد تھے۔

سند طریقت

حضرت شیخ احمد رفاعی رضی اللہ عنہ نے الشیخ علی ابوالفضل الواسطی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں خرقہ شریف زیب تن کیا۔ انھیں خرقہ پوشی کی سعادت اپنے شیخ ابوالفضل ابن کاخ الواسطی سے عطا ہوئی تھی۔ انھوں نے خلعت خرقہ الشیخ غلام ابن ترکان سے حاصل کیا تھا۔ انھیں یہ دولت شیخ الطائفہ الشیخ ابوالقاسم الجنید البغدادی سے۔ انھیں اپنے ماموں الشیخ سری السقطی سے۔ انھیں الشیخ ابومحفوظ معروف الکرخی سے۔ انھیں الشیخ داؤد الطائی سے۔ انھیں الشیخ حبیب العجمی سے۔ انھیں الشیخ حسن البصری سے۔ انھیں مولانا الامام علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم سے۔ اور انھیں یہ سعادتِ عظمیٰ سیدالانام خاتم الانبیاء الکرام سیدنا محمد –صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ القادات العظام– سے عطا ہوئی تھی۔

سیرت وکردار میں آپ اپنے جدامجد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کامل نمونہ تھے۔ سنت وشریعت کی اسی پیروی نے آپ کو اپنے زمانے ہی میں شہرت وعظمت کی اعلیٰ بلندیوں پر فائز کردیا تھا۔ مؤرخین نے آپ کی شخصیت پر رج رج کے لکھا ہے۔ اور اَربابِ فکر وقلم نے آپ کے فضائل ومناقب میں قلم توڑ توڑ دیا ہے۔ (۱)

آپ رمز تصوف اور رازِ طریقت آشکار کرتے ہوئے کبھی کبھار فرمایا کرتے تھے:

ما رأيت أقرب ولا أسهل طريقاً إلى اللّٰه من الذل والافتقار والانكسار بتعظيم أمر اللّٰه والشفقة على خلق اللّٰه والاقتداء بسنة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم .

یعنی میں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ تک پہنچنے کا اِس سے زیادہ سہل اور قریب ترین کوئی راستہ نہیں دیکھا کہ رضائے الٰہی کی خاطر تواضع وانکسار اِختیار کی جائے،

(۱) مناقب الاقطاب الاربعہ، تفصیلی: ۳۷۔

خلق خدا کے ساتھ لطف ونرمی سے پیش آیا جائے، اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی پیروی میں زندگی کا سفر طے کیا جائے۔

خدمت خلق کا عنصر آپ کی حیاتِ طیبہ میں بہت غالب نظر آتا ہے۔ اگر کسی بیمار کا سن لیتے تو وہ خواہ کتنی ہی دور کیوں نہ سکونت پذیر ہو، اس کی عیادت کے لیے ضرور جاتے تھے۔ اور (بعدِ مسافت کے باعث) ایک دو دن کے بعد اُدھر سے لوٹتے تھے۔

نیز عالم یہ تھا کہ راستے میں جا کر اندھوں کی آمد کا اِنتظار کرتے کہ ان کا ہاتھ پکڑ کر انھیں منزل تک پہنچائیں۔ اور جب بھی کوئی بزرگ دیکھتے، انھیں علاقے تک پہنچا آتے، اور اہل علاقہ کو نصیحت فرماتے کہ لوگو! میرے حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عظمت نشان ہے :

من أكرم ذا شيبة يعني مسلماً سخر اللّٰه له من يكرمه عند شيبته .

یعنی جس نے کسی بوڑھے مسلمان کی خدمت وتکریم کی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے اپنے بڑھاپے میں کسی کو اُس کا سہارا اور خدمتی بنادے گا۔

ایک مرتبہ اپنے سلسلے کا نشانِ امتیاز بیان کرتے ہوئے فرمایا :

طريقنا طريق نقي وإخلاص فمن أدخل في عمله الرياء والفجور فقد بعد عنا وخرج منا .

یعنی ہمارا طریقہ مبنی بر اِخلاص، اور بالکل صاف وشفاف ہے؛ لہٰذا یاد رہے کہ جس کے عمل سے ریا ونمود اور فسق وفجور کی بو آنے لگے، پھر اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور اس کا قدم ہمارے دائرۂ طریق سے باہر نکل چکا ہے۔

طريقي دين بلا بدعة، وهمة بلا كسل، وعمل بلا رياء، وقلب بلا شغل، ونفس بلا شهوة .

یعنی میرا طریقہ یہ ہے کہ دین میں بدعت کی آمیزش نہ ہو۔ ہمت سستی پر غالب ہو۔ عمل ریا سے پاک ہو۔ (یادِ محبوب میں محویت کے باعث) قلب دیگر مشغولیات سے آزاد ہو۔ اور نفس شہوت کے بکھیڑوں سے دور ہو۔(۱)

اَقوال واِرشادات

صونوا عقائدكم عن التمسك بظاهر ما تشابه من الكتاب والسنة .

یعنی کتاب وسنت کے جو واضح احکام ہیں ان کی بنیادوں پر اپنے عقیدوں کی عمارت تعمیر کرو۔ (پھر کبھی اس میں رخنہ اور دراڑ نہیں پڑسکتی)۔

نزهوا اللّٰه عن سمات المحدثين وصفات المخلوقين، وطهروا عقائدكم من تفسير معنى الاستواء في حقه تعالى بالاستقرار كاستواء الأجسام على الأجسام المستلزم بالحلول، تعالى اللّٰه عن ذلك .

یعنی حادث کی جو علامات اور مخلوق کی جو صفات ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اُن سے پاک ومنزہ جانو۔ اور اپنے عقائد کو آیاتِ متشابہات کے پیچیدہ معانی میں الجھانے سے صاف ستھرا رکھو؛ مثلاً اللہ تعالیٰ کے اِستواء علی العرش کو بالکل اسی طرح اِستقرا سے تعبیر کرنا جیسے جسم جسم کے ساتھ مستوی ہوتے ہیں جو بہرحال حلول کو مستلزم ہے۔ اور اللہ کریم ان سے بہت بہت بلند وبالا ہے۔

يا ولدي! إذا تعلمت علماً وسمعت نقلاً حسنا فاعمل به، ولا تكن من الذين يعلمون ولا يعملون. يا ولدي! نجاة العالم عمله بعلمه، وهلاكه ترك العمل .

---

(۱) مناقب الاقطاب الاربعہ، تفصیلی: ۴۳۔

یعنی اے فرزند دل بند! جب تمھیں علم کی دولت نصیب ہو اور کوئی عمدہ روایت تمہارے کانوں کو پہنچے تو اس پر پوری پامردی کے ساتھ عمل پیرا ہو جاؤ۔ خدارا ان لوگوں میں سے نہ ہو جانا جو علم کا سورج رکھتے ہوئے بھی اس سے عمل کی روشنی کشید نہیں کرتے۔ اے نورِ دیدہ! ذہن نشیں رکھنا کہ عالم کی نجات کا راز صرف یہ ہے کہ وہ اپنے علم کو رنگ عمل دے؛ ورنہ پھر ہلاکت اُس کا مقدر ہے۔

خمس من علامات الأخرة: الخشية من اللّٰه، والخشوع للّٰه، والتواضع، وحسن الخلق، والزهد الذي يتحكم فی القلب .

یعنی پانچ چیزیں آخرت کی نشانیوں میں سے ہیں: اللہ کی خشیت، اللہ کے لیے عاجزی، خاکساری، حسن اَخلاق، اور دل میں راج کرنے والا زہد۔

ولتكن أيها الأخ الصالح كثير الأدب مع خلق اللّٰه تعالى، كثير الرحمة والشفقة على والديک أمک وأبيک، وصولاً لرحمک، متوددا لجيرانک، رؤوفا رحيما متحققا بأخلاق نبيک صلى اللّٰه عليه ووآله وسلم .

یعنی اے برادرِ عزیز! اللہ کی مخلوق کے ساتھ جس قدر اَدب ومحبت کے ساتھ پیش آسکتے ہو پیش آیا کرو۔ اپنے والدین کریمین پر شفقت ورحمت کی بھرپور نگاہ ڈالا کرو۔ رشتہ داریوں کے بندھن جوڑ کے رکھو۔ پڑوسیوں کو ٹوٹ کر چاہو۔ رحمت ومہربانی کے پیکر بنے رہو۔ دیکھنے والا کہے کہ یہ تو اخلاقِ مصطفیٰ کا نمونہ معلوم ہوتا ہے۔

ولتكن بارا بجارک، فقد قال المصطفىٰ صلى اللّٰه عليه وآله وسلم: (ما زال جبريل يوصينى بالجار حتى ظننت أنه سيورثه) .

یعنی (اے میرے عزیز! بارِ دیگر کہتا ہوں کہ) اپنے ہمسائے کے ساتھ ہمیشہ

اچھائی وبھلائی سے پیش آنا۔ مصطفیٰ جانِ رحمت کا فرمانِ عظمت نشان ہے :

’حضرت جبرئیل نے مجھ سے پڑوسیوں کی بابت اتنی وصیت وتاکید کی؛ کہ مجھے محسوس ہونے لگا شاید انھیں وراثت میں شریک کردیا جائے گا‘۔

من شرط الفقير أن لا يكون له نظر في عيوب الناس.

یعنی حقیقی فقیر ہونے کی شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خلق خدا کے عیوب پر اس کی نگاہ نہ اُٹھے؛ (بلکہ وہ اُن کے محاسن کو دیکھے)۔

من لم يحاسب نفسه على كل نفس ويتهمها في جميع الأحوال، لا يكتب عندنا في ديوان الرجال .

یعنی جو شخص ہمہ وقت اپنے نفس کو محاسبے کی کسوٹی پر نہ پرکھے، اور جملہ اَحوال میں اُس کی سرزنش وتنبیہ کا خیال نہ رکھے، وہ ہمارے نزدیک مَردوں کے رجسٹر میں درج کیے جانے کے لائق نہیں۔

تصنیفات وتالیفات

سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ نے توحید وتصوف اور اخلاقِ حمیدہ پر مشتمل بہت سی مفید وگراں قدر کتابیں اپنے پیچھے چھوڑی ہیں۔ حاجی خلیفہ نے اپنی کتاب ’کشف الظنون‘ میں بعض کا ذکر کیا ہے، جب کہ کچھ کا ذکر سید محمد ابوالہدیٰ الصیادی کی تصنیف میں ملتا ہے۔ ہمارے علم کے مطابق شیخ الرفاعی کی تصانیف حسب ذیل ہیں :

البرهان المؤيد، الحكم الرفاعية، الأحزاب الرفاعية، النظام الخاص لأهل الاختصاص، الصراط المستقيم في تفسير معاني بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم، الرؤية، الطريق إلى اللّٰه، العقائد الرفاعية، المجالس الأحمدية، تفسير سورة القدر ، حالة أهل الحقيقة مع اللّٰه، الأربعين، شرح التنبيه، –ست مجلدات– رحيق الكوثر، البهجة في الفقه .

اس میں کچھ تو مطبوعہ ہیں، بعض تا ہنوز مخطوطہ ہیں، اور بیشتر فتنۂ تاتار کی نذر ہوگئیں۔(۱)

اَوراد ووظائف

حضرت شیخ احمد رفاعی رضی اللہ عنہ ہر فرض نماز کے بعد پانچ مرتبہ مندرجہ ذیل وردِ مبارک پڑھا کرتے تھے :

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم، اللّٰهم لا تؤمني مكرك، ولا تنسني ذكرك، ولا تكشف عني سترك، ولا تجعلني مع القوم الظالمين، سبحانك اللّٰهم وبحمدك، أشهد أن لا إله إلا أنت وحدك لا شريك لك، وأستغفرك وأتوب إليك، وصلى اللّٰه على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم .

یعنی اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع۔ اے پروردگار! مجھے اپنی خفیہ تدبیر سے کبھی مطمئن نہ رکھنا۔ اپنے ذکر کی حلاوت کبھی مجھ سے نہ چھیننا۔ اپنے پردے کا سائبان مجھ سے کبھی نہ اُٹھانا۔ حد سے بڑھنے والوں کی فہرست سے مجھے باہر رکھنا۔ اے اللہ! تو پاک ہے، ساری خوبیاں تجھی کو زیبا ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہر طرح کے شریک سے پاک بالکل اکیلا ہے۔ تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور تیری طرف پلٹ کے آتا ہوں۔ (مجھے قبول کرلے) صلوٰۃ وسلام ہو محمد مصطفیٰ علیہ السلام اور آپ کی اولاد واصحاب پر۔

آپ ذیل کے درود شریف کو ہر روز سو مرتبہ زیرِ وِرد رکھا کرتے تھے :

اللهم صلِ على سيدنا محمد النبي الأمي الطاهر الزكي صلاة تحل بها العقد وتفك بها الكرب، وعلى اله وصحبه وسلم .

(۱) مناقب الاقطاب الاربعہ، تفصیلی: ۶۳، ۶۴۔

یوں ہی یہ دعا بھی ہر روز سو مرتبہ پڑھا کرتے تھے :

اللّٰهم يا ميسر كل عسير يسِّر مرادي بفضلك الواسع.

اسی طرح درجِ ذیل درود پاک کا بھی ہر روز سو بار ورد کیا کرتے تھے :

اللّٰهم صلِ على سيدنا محمد طب القلوب ودوائها، وعافية الأبدان وشفائها، ونور الأبصار وضيائها، وعلى آله وصحبه وسلم .

اس کے علاوہ بھی بہت سی دعائیں آپ کے حوالے سے مروی ہیں؛ مثلاً :

اللّٰهم ارزقنا طول الصحبة ودوام الخدمة وحفظ الحرمة ولزوم المراقبة وانس الطاعة وحلاوة المناجاة ولذة المغفرة وصدق الجنان وحقيقة التوكل وصفاء الود ووفاء العهد واعتقاد الوصل وتجنب الزلل وبلوغ الأمل وحسن الخاتمة بصالح العمل .

اللّٰهم أثبتنا في ديوان الصديقين، واسلك بنا مسلك أولي العزم من المرسلين حتىٰ نصلح بواطننا بلطائف المؤانسة ونفوز بالغنائم من صحبة المجالسة، وألبسنا اللّٰهم جلباب الورع الجسيم وأعدنا من البدع والضلال الأليم .

اللّٰهم أطلق ألسنتنا بذكرك وقيد قلوبنا عما سواك، وروح أرواحنا بنسيم قربك واملأ أسرارنا بمحبتك، وأطو ضمائرنا بنية الخير للعباد، وألف أنفسنا بعلمك،

واملأ صدورنا بتعظيمك، وحيز كليتنا إلى جنابك، وحسن أسرارنا معك واجعلنا ممن يأخذ ما صفا ويدع الكدر ويعرف قدر العافية ويشكر عليها، ويرضى بك كفيلا لتكون له وكيلا، ووفقنا لتعظيم عظمتك، وارزقنا لذة النظر إلى وجهك الكريم، تباركت وتعاليت يا ذا الجلال والإكرام .(۱)

وفاتِ حسرت آیات

زندگی کے آخری موڑ پر پہنچ کر حضرت شیخ احمد رفاعی رضی اللہ عنہ پیٹ کے ایک شدید مرض میں مبتلا ہو گئے، جس نے مہینہ بھر آپ کو صاحب فراش رکھا، اور پھر آگے چل کر یہی مرض، مرضِ مرگ کی شکل اختیار کر گیا۔ چنانچہ ۶۶ سال کی عمر پا کر جمعرات ۱۲؍ جمادی الاولیٰ ۵۷۸ھ۔ کو شریعت و طریقت کا یہ آفتاب عالم تاب ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ آپ کا یوم تدفین یوم قیامت کا ہوش ربا اور حشر بپا منظر پیش کر رہا تھا۔

أشهد أن لا إله إلا الله، وأشهد أن سيدنا محمدا عبده ورسوله. یہ وہ آخری کلمہ تھا جو (دنیا چھوڑتے وقت) آپ کی زبانِ مبارک سے نکلا۔

آپ اپنے دادا شیخ یحییٰ بخاری کے گنبد تلے عراق کے مقام اُم عبیدہ میں مدفون ہوئے، جو زیارت گاہِ ہر خاص و عام ہے۔

رحمه الله تعالىٰ رحمة واسعة

وجزاه الله خير ما جزى أولياءهٔ وأحبابهٔ

(۱) مناقب الاقطاب الاربعہ، تفصیلی: ۵۰۔

تیسری فصل

القطب

السيد أحمد البدوي قدس الله سره

حیات وخدمات

(۵۹۶ھ=۱۱۹۹ء ...... ۶۷۵ھ=۱۲۷۶ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا اِمام شیخ احمد البدوی -قدس اللہ سرہ-

اسم ولقب ونسب

السید السند، قطب اوحد، شریف علوی، کوکب درّی، شیخ ابوالفتیان احمد البدوی الملثم حسینی اَباً، شافعی مذہباً، طنطاوی ومصری بلداً، -رضی اللہ عنہ وارضاہ-

نسب نامہ یوں ہے :

امام سید احمد، ابن علی ابن ابراہیم ابن محمد ابن ابی بکر ابن اسماعیل ابن عمر ابن علی ابن عثمان ابن حسین ابن محمد ابن موسی ابن یحییٰ ابن عیسیٰ ابن علی ابن محمد ابن الحسن ابن علی ابن محمد ابن امام علی الرضا ابن امام موسیٰ الکاظم ابن امام جعفر الصادق ابن امام محمد الباقر ابن امام علی زین العابدین ابن سید امام الحسین ابن سید امام علی. (کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہم)

ولادت وپرورش

حضرت شیخ احمد البدوی رضی اللہ عنہ کی ولادت -۵۹۶ھ- میں ’زرقا الحجر‘ نامی ایک گاؤں میں ہوئی، جو مغرب کے علاقہ شہر ’فاس‘ میں واقع ہے۔ خوش بختی کہ والدین اور بھائی سب حیات سے تھے۔ برادرِ اکبر حسن نے آپ کے ساتھ اتنی مہربانی فرمائی کہ آپ کو اپنے شیخ شیخ عبد الجلیل نیشاپوری کی بارگاہ میں لے گئے، جہاں آپ کو خرقۂ صوفیہ سے نوازا گیا۔ پھر وہیں خانقاہ کے شفاف وپاکیزہ اور عبادت وتقویٰ کے روحانی ماحول میں آپ پروان چڑھنے لگے۔

بچپن سے ہی لوگ آپ کو ’زاہد‘ کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ معمولِ حیات یہ تھا کہ

آپ ہمیشہ خود کو دو پردوں میں اس طرح مستور رکھتے کہ لوگوں کو آپ کی آنکھوں کے سوا آپ کے بدن کا کوئی بھی حصہ نظر نہ آتا تھا؛ اسی لیے ’ابواللثامین‘ آپ کی کنیت پڑ گئی۔ یوں ہی دو شملوں والا عمامہ باندھنے کی وجہ سے ’بدوی‘ آپ کے نام کا حصہ بن گیا۔

آپ کے والد گرامی نے کسی کو عالم خواب میں کہتے ہوئے سنا کہ اے علی! اس شہر سے کوچ کر کے مکہ معظّمہ چلے جاؤ؛ چنانچہ حکم پاتے ہی وہ اہل وعیال سمیت مکہ مکرمہ کی طرف نکل پڑے۔ اور اس وقت شیخ احمد کی عمر صرف سات سال تھی۔

اب مکہ شریف کی (مقدس فضاؤں میں) آپ کی پرورش ہونے لگی۔ جہاں آپ نے حفظ قرآن کیا۔ قراءتِ سبعہ میں کمال پیدا کیا، اور فقہ کے دقائق کا علم حاصل کیا۔ (روحانیت کے فیوض وبرکات سے بہرہ ور ہونے کے لیے) جبل ابوقبیس پر چلے جاتے، اور مصروفِ عبادت رہتے؛ جہاں آپ پر معرفت وروحانیت کے بہت سے در وا ہوئے، نیز آپ نے شیخ بری کی رہبری میں سلوک کی منزلیں بھی طے کیں۔

اَزاں بعد اپنے ایک خواب کی تعبیر کی تلاش میں عراق کے لیے رخت سفر باندھا، اور وہاں کے اولیاے کرام سے شرفِ ملاقات حاصل کیا جن میں شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور شیخ احمد رفاعی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

پھر مکہ معظّمہ لوٹے، جہاں پر مواہب الٰہیہ اور انعاماتِ ربانیہ کی ایسی برسات ہوئی کہ آپ کے احوال یکلخت بدل گئے۔ لوگوں سے کٹ کر عزلت نشیں ہو گئے۔ اور زبان پر خموشی کا ایسا تالا لگایا کہ خواص سے بھی اِشارے کی زبان میں بات کیا کرتے تھے۔

آپ کی زندگی کے چالیس دن ایسے بھی گزرے کہ جن میں آپ نے نہ کچھ کھایا پیا اور نہ آپ کی آنکھیں لذتِ نیند سے آشنا ہوئیں۔ صرف آسمان طرف ٹکٹکی لگائے دیکھ رہے ہوتے؛ نتیجتاً آنکھ کی سیاہی سرخی میں بدل گئی۔

پیکرِ مبارک

حضرت سید احمد بدوی رضی اللہ عنہ کا سراپا کچھ ایسا تھا: موٹی پنڈلیاں، طویل بازو، پرجلال و بڑا چہرہ، سرگیں آنکھیں، دراز قامت، گندمی رنگ، تنگ نتھنا درمیان سے بلند ناک۔ آپ کی ناک کے دونوں بانسے پر دال کے دانہ سے چھوٹے سیاہ رنگ کے دو نشان تھے۔ آپ کی آنکھوں کے درمیان اُسترے سے کٹے کا نشان تھا۔ مکہ میں قیام کے دوران جسے آپ کے بھتیجے حسین نے زخمی کردیا تھا۔ تو اُسی صغرسنی کے عالم سے آپ نے دوڈھاٹا، اور دو شملوں والا عمامہ باندھنا شروع کردیا۔

تصانیفِ منیف

حضرت سید احمد البدوی رضی اللہ عنہ نے بھی تصوف سنی کے عناوین پر بہت سے شہ پارے یادگار چھوڑے ہیں۔ فقہ شافعی میں بھی آپ کی مفید تصانیف موجود ہیں؛ لیکن کچھ کے علاوہ باقی تلاش کے ہاتھوں سے بہت پرے ہیں۔ معروف تصانیف یہ ہیں :

صلوات، الوصايا والعظات، الاخبار في حل ألفاظ غاية الاختصار، كتاب في علم الفرائض .

اقوالِ زرّیں

سیدی احمد بدوی رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

إن الفقراء كالزيتون فيهم الكبير والصغير ومن لم يكن له زيت فأنا زيته .

یعنی فقرا کی مثال زیتون کی مانند ہے؛ جس میں چھوٹے بھی ہوتے ہیں اور بڑے بھی۔ اور جس میں کچھ بھی تیل نہ ہو، تو اس کا تیل میں خود ہوں۔ یعنی جو شخص اپنے فقر میں ایسا مخلص وسچا ہو جیسے تیل صاف اور سُچا ہوتا ہے، اور وہ جادۂ

کتاب وسنت پر قائم ودائم بھی ہو، تو اس کے جملہ اُمور میں میں اس کا معاون ہوتا ہوں، اور اس کی دنیوی واُخروی حاجتیں پوری کرتا ہوں؛ لیکن اپنی طاقت وقوت سے نہیں بلکہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت وکرامت سے۔

ایک مرتبہ فرمایا :

يا عبد العال: إياك وحب الدنيا فإنه يفسد العمل الصالح كما يفسد الخل العسل، واعلم يا عبد العال إن الله يقول: إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ٥ (سورۂ نحل:۱۶/۱۲۸)

یعنی (اپنے ایک بہت ہی چہیتے مرید وخلیفہ کو گوہرِ نصیحت سے نوازتے ہوئے فرماتے ہیں) اے عبد العال! حب دنیا کی جڑ اپنے اندر سے اکھاڑ کر پھینک دے؛ ورنہ یہ نیک عمل کو ایسے ہی تہ وبالا کر کے رکھ دے گی جیسے سرکہ شہد کو بگاڑ کے رکھ دیتا ہے۔ اے عبد العال! دل کی تختی پر یہ فرمانِ باری نقش کرلے: 'بیشک اللہ اُن لوگوں کو اپنی معیت (خاص) سے نوازتا ہے جو صاحبانِ تقوی ہوں اور وہ لوگ جو صاحبانِ اِحسان (بھی) ہوں'۔

يا عبد العال: إشفق على اليتيم واكس العريان واطعم الجوعان واكرم الغريب والضيفان، عسى أن تكون عند الله من المقبولين .

یعنی اے عبد العال! یتیم پر دستِ شفقت پھیرا کر۔ بے لباسوں کو کپڑے دیا کر۔ بھوکوں کو کھانا کھلایا کر۔ مسافر اور مہمانوں کی خاطر مدارات کیا کر؛ دیکھنا وہ دن دور نہیں جب تیرا نام عند اللہ مقبولوں کے رجسٹر میں درج ہوگا۔

يا عبد العال: عليك بكثرة الذكر وإياك أن تكون من الغافلين عن الله تعالى، واعلم أن كل ركعة بالليل أفضل من ألف ركعة بالنهار.

یعنی اے عبدالعال! ذکر واَذکار زیادہ سے زیادہ کیا کر۔ خدارا ان لوگوں میں سے نہ ہوجانا جو خدا سے غافل ہوکر زندگی کے شب و روز بسر کر رہے ہیں۔ تیرے علم میں ہونا چاہیے کہ رات (کی تنہائیوں میں) اَدا کی گئی ہر رکعت' دن کی ہزار رکعتوں سے افضل ہوا کرتی ہے۔

أحسنكم خلقا أكثركم إيمانا بالله تعالىٰ، والخلق السيء يفسد العمل الصالح كما يفسد الخل العسل.

یعنی تم میں جس کے اَخلاق زیادہ اچھے ہیں سمجھو اللہ پر اس کا ایمان اتنا ہی بڑھا ہوا ہے۔ بداخلاقی نیک عمل کو ایسے ہی رائیگاں کر دیتی ہے جیسے سرکہ شہد کو بے کار کر دیتا ہے۔

يا عبد العال: هذه طريقتنا بنيت على الكتاب والسنة والصدق والصفاء وحسن الوفاء وحمل الأذى وحفظ العهود .

اے عبدالعال! یہی ہمارا طریقہ ہے؛ جس کی عمارت کتاب وسنت کی بنیادوں پر اُستوار ہے۔ نیز یہ کہ سچائی وستھرائی، اور وفاداری کی عادت ڈالی جائے۔ لوگوں سے تکلیف دہ چیزیں دور کی جائیں، اور وعدوں کا پاس ولحاظ رکھا جائے۔

شیخ عبدالعال فرماتے ہیں کہ میں نے چالیس سال تک اپنے اُستاذ وشیخ (سید احمد بدوی) کی خدمت کا شرف حاصل کیا، اس بیچ پلک جھپکنے بھر بھی میں نے کبھی انھیں عبادتِ الٰہی سے غافل نہیں پایا۔ ایک دفعہ موقع پاکر میں نے ان سے فقر شرعی کی حقیقت دریافت کی تو انھوں نے فرمایا: فقیر کی بارہ علامتیں ہوتی ہیں جو بروایتِ امام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مجھ تک پہنچی ہیں، وہ یہ ہیں کہ فقیر عارف باللہ ہو......۔ احکامِ الٰہیہ کی رعایت کرنے والا......۔ سرکارِ دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت وشریعت پر کاربند......۔ دائمی طہارت پر رہنے والا......۔ ہر حال میں راضی برضاے الٰہی......۔ اللہ کے پاس جو کچھ اس کے لیے

ہے' اس پر یقین کامل کرنے والا......۔ دنیوی مال ودولت میں دلچسپی نہ رکھنے والا......۔ تکلیفیں برداشت کرنے والا......۔ حکم الٰہی پاکر سرپٹ دوڑنے والا......۔ اللہ کے بندوں کے لیے حد درجہ شفیق ورحم دل......۔ لوگوں سے عجز وانکسار کے ساتھ پیش آنے والا......۔ شیطان کو اپنا ازلی دشمن سمجھنے والا (اور اس کے دام ہمرنگ زمیں میں نہ پھنسنے والا)؛ کیوں کہ یہ حقیقت ہمیں اللہ نے بتائی ہے کہ 'بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے؛ لہٰذا تم بھی (اس کی مخالفت کی شکل میں) اسے اپنا دشمن ہی بنائے رکھو'۔

پھر اس کے شیخ عبدالعال نے تفکیر، توبہ، ذکر، وجد، صبر، زہد اور ایمان وغیرہ کے تعلق سے مختلف سوالات کیے جس کا ایسا شافی ووافی جواب سید احمد بدوی نے عطا فرمایا کہ جسے سن کر دل ٹھنڈک، اور بیمار راحت پائیں، اور علم کے بہت سے بند دروا ہو جائیں۔

مندرجہ ذیل مصطلحات پر اہل تصوف وبصیرت نے اگرچہ بہت کچھ لکھا، اور مختلف پیرایوں میں اس کی تعبیر وتعریف پیش کی ہے؛ تاہم سید بدوی کی تشریحات نے حقیقت سے پردوں کو اُٹھا کر اسے بالکل بےنقاب وبےغبار کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں :

تفکیر : تفکیر یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تخلیقات میں غور وفکر کیا جائے، اور مخلوقاتِ الٰہیہ کو فاطر کی منشا کے مطابق دیکھا جائے؛ لیکن اللہ کی ذات میں سوچ وبچار کے جھمیلوں میں کبھی نہ پڑا جائے؛ کیوں کہ 'اللہ' ہماری عقل وفکر کے رینج میں آ ہی نہیں سکتا!۔

توبہ : توبہ دراصل گزشتہ گناہوں پر ندامت کو کہتے ہیں۔ نیز یہ کہ انسان معصیت کی کھول سے باہر نکل آئے۔ اور اس گناہ کی طرف پھر کبھی لوٹ کر نہ جانے کا عزم بالجزم کرے۔ زبان کو اِستغفار سے تر رکھے۔ اور دل کے برتن کو (برے خیالات و خطرات سے) پاک وصاف رکھے۔ تو درحقیقت یہ 'توبۂ نصوح' ہے جس کا حکم اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں دیا ہے :

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۝ (تحریم:۶۶/۸)

اے ایمان والو! تم اللہ کے حضور رجوعِ کامل سے خالص توبہ کرلو۔

ذکر: ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ وہ محض زبان سے نہیں بلکہ دِل کی حضوری کے ساتھ کیا جائے؛ کیوں کہ دل کے بغیر محض زبانی ذکر کی حیثیت شغشغے سے زیادہ نہیں ہوتی؛ لہٰذا حضورِ قلب کے ساتھ ذکر کیا جانا چاہیے۔اور (ذکر کی ضد یعنی) غفلت سے ہمیشہ بچتے رہنا چاہیے؛ کیوں کہ یادِ الٰہی سے غفلت و دوری دل کی قساوت وسختی کا باعث ہوتی ہے۔

وجد: وجد یہ ہے کہ ذکرِ الٰہی '**لاالٰہ الا اللہ**' کثرت کے ساتھ (دیوانہ وار) کیا جائے۔اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ منجانب اللہ دل کی تختی پر نور کی برسات ہونے لگتی ہے؛ جس سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔تو یہ 'لا الٰہ الا اللہ' (دراصل محبّ کو) محبوب کا مشتاق بنا دیتا ہے۔اب مرید پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہوتی ہے، اور وہ پورے طور پر اللہ سے متعلق ہوجاتا ہے۔پھر جیسے جیسے وجد کی کیفیات میں اِضافہ ہوتا ہے، یوں ہی اس کی شیفتگی ووالہانہ پن بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔اور پھر وہ مقام بھی آتا ہے جہاں مرید روحانی بلندی کے عظیم درجے کو پالیتا ہے۔

صبر: صبر یہ ہے کہ حکمِ الٰہی پر راضی رہا جائے، اور اَمرِ خداوندی کے آگے سرِتسلیم خم رکھا جائے۔مزید یہ کہ اِنسان مصیبت میں بھی ایسے ہی خوش ہو جس طرح نعمت ملنے پر اسے خوشی ہوتی ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ (سورۂ بقرہ:۲/۱۵۵،۱۵۶)

آپ (ان) صبر کرنے والوں کوخوشخبری سنادیں۔جن پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو کہتے ہیں: بیشک ہم بھی اللہ ہی کا (مال) ہیں اور ہم بھی اسی کی طرف پلٹ

کرجانے والے ہیں۔

زھد: زہد یہ ہے کہ نفس کی مخالفت کا ہر ممکن سامان کیا جائے۔ساری دنیوی خواہشیں بالائے طاق رکھ دی جائیں؛ حتیٰ کہ حلال کے ستر دروازے صرف اس ڈر سے چھوڑ دیے جائیں کہ بندہ کہیں حرام میں نہ پڑ جائے۔

ایمان: ایمان (کائنات کی) ایک گراں مایہ شے کا نام ہے۔لوگوں میں سب سے زیادہ بڑھا ہوا اِیمان اس شخص کا ہوتا ہے جو صاحب تقویٰ ہو۔ایک مرید کے اَخلاق وکردار میں جیسے جیسے بہتری آتی جاتی ہے، یوں یوں اس کا اِیمان بڑھتا چلا جاتا ہے۔اور تم میں سب سے عمدہ اَخلاق اُس کا شمار ہوگا جو ایمان باللہ میں تم سے بڑھ کر ہو۔

شیخ سید احمد بدوی نے اپنے خلیفہ عبدالعال کو جو بیش قیمت وصیتیں فرمائی تھیں ان میں (مشتے نمونہ ازخروارے) یہ بھی ہیں :

لا تشمت بمصيبة أحد من خلق الله، ولا تنطق بغيبة ولا نميمة، ولا تؤذ من يؤذيک، وأعنى عمن ظلمک، وأحسن إلی من أساء إليک، وأعط من حرمک .

یعنی (اے عبدالعال! خلق خدا کے لیے بے ضرر بن جاؤ) اگر کسی سے تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو اسے برے لفظوں سے نہ یاد کرو۔اپنی زبان کوغیبت اور چغلی کی آفت سے محفوظ رکھو۔اگر تمہیں کوئی اَذیت پہنچائے تو تم اسے اَذیت نہ دینا۔جو تم پر ظلم کرے (اگر اس پر کوئی برا وقت آن پڑے) تو اس کی مدد کردینا۔ برائی کرنے والے کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آؤ۔اور جو تمہیں (اپنی سخاوت سے) محروم رکھے تم اس پر اپنی عطا وبخشش کا دروازہ ہمیشہ وا رکھنا۔

آگے مزید فرماتے ہیں کہ اے عبدالعال! کیا تمہیں معلوم ہے کہ صابر وصادق فقیر کون ہوتا ہے؟۔

میں نے عرض کی: (میرے علم کی پونجی تو بس آپ ہی کا دَرِفیض ہے؛) لہٰذا اِس سوال کا جواب عطا کر کے مجھے مزید اِستفادہ کا موقع بخشیں۔ تو فرمایا: (صابر وصادق فقیر) وہ ہے کہ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے۔ مل جائے تو شکر اَدا کرے۔ نہ ملے تو صبر پر قائم رہے۔ (اور یاد رکھنا کہ) کتاب وسنت پر عمل پیرا شخص ہی کو حکم الٰہی پر صبر کی دولت نصیب ہوسکتی ہے۔

ایسے معطر ومعنبر اور تابندہ ودرخشندہ وصایا کو دیکھنے اور پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بندۂ خدا کس پائے کا ولی اللہ رہا ہوگا!۔ اس کی روحانیت کبریٰ پر یہ کافی شہادتیں ہیں؛ نیز اس ضمن میں امام سید بکری سے مروی شیخ احمد بدوی کا یہ قولِ بے بدل نقل کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے :

من لم يكن له علم فلن تكون له قيمة في الدنيا والآخرة، و من لم يكن له حلم لم ينفعه علم، ومن لم يكن عنده سخاء لم يكن له من ماله نصيب، ومن لم تكن عنده شفقة على خلق الله لم تكن له شفاعة عند الله، ومن لم يكن له صبر فليس له في الأمور سلامة ، ومن لم يكن عنده تقوى فليس له منزلة عند الله ، ومن حرم هذه الخصال السِت فليس له منزلة في الجنة .

یعنی جو زیورِ علم سے بے بہرہ ہو وہ دنیا وآخرت میں بے قیمت ہے۔ جسے حلم کی دولت نہیں ملی اس کا علم کسی کے لیے نفع بخش نہیں۔ جسے جود وسخاوت سے حصہ نہیں ملتا، اس کا خود اپنے مال میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ جو خلق خدا کے لیے اپنے دل میں (نرم گوشہ اور) جذبۂ شفقت نہیں رکھتا، اس کے لیے (بروزِ محشر)

بارگاہِ الٰہی میں کوئی شفاعت بھی نہیں ہوگی۔ جس کے پاس یارائے صبر نہ ہو اس کے کام بننے کے اِمکانات بھی نہیں ہوتے۔ جس کا ظرف تقویٰ سے خالی ہو، اللہ کے حضور میں اس کی کوئی قدر ومنزلت نہیں۔ اور جو ان چھ خصلتوں سے محروم رہا تو سمجھیں کہ وہ جنت سے بھی محروم رہے گا؛ کیوں کہ ایسے شخص کے لیے جنت میں کوئی جگہ نہ ہوگی۔

مذکور بالا کلمات حرف حرف حقیقت ہیں۔ ایسی فصیح وبلیغ نصیحتیں آپ زرّیں سے لکھنے کے قابل ہوتی ہیں۔ الفاظ وبیان کی ذرا جامعیت تو دیکھیں کہ اپنے اندر قطرہ قطرہ قلزم کی شان رکھتی ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شیخ موصوف کی اپنی زندگی میں علم وتقویٰ کا سورج کیسے ضوفشاں رہا ہوگا۔ اور فضل وکمال کی کتنی رفعتیں اُن کے ہم رکاب رہی ہوں گی۔

وفاتِ حسرت آیات

مورخین کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت شیخ سید احمد البدوی رضی اللہ عنہ کی ۱۲؍ربیع الاوّل-۶۷۵ھ- میں اِس دارِفانی سے رحلت کر کے اُس جوارِ رحمت میں آرام گزیں ہوگئے۔ اور یہ وہی دن ہے جب عاشقانِ رسول میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دھومیں مچاتے ہیں۔ مصر کے علاقہ 'طنطا' میں آپ کی قبر مبارک زیارتِ گاہ خلائق ہے۔

طنطا یہ وہی جگہ ہے جہاں پر آپ سکونت پذیر اور عبادت گزیں تھے۔ جائے عبادت ہی کی جگہ آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ آپ کے قبر کے اوپر بہترین گنبد تعمیر کیا گیا ہے جو خوبصورتی میں اپنا جواب آپ ہے۔ پھر اسی سے متصل ایک عظیم مسجد کھڑی کر دی گئی ہے، جو مدتوں سے مصر کی سب سے عظیم وکبیر مسجد تصور کی جاتی ہے۔

چوتھی فصل

القطب

السيد إبراهيم الدسوقي قدس الله سره

حیات وخدمات

(۶۲۳ھ=۱۲۲۶ء ...... ۶۷۶ھ=۱۲۷۷ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا اِمام شیخ ابراہیم الدسوقی -قدس اللہ سرہ-

نام ولقب

السید السند، الحسیب النسیب، قطب الاولیاء، مرشد العلماء، تاج العارفین، امام الزاہدین، شیخ الاسلام، عارف باللہ بحر شریعت، سیدی ابراہیم الدسوقی القرشی الہاشمی- رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ- شجرۂ نسب یوں ہے :

العارف باللہ السید ابراہیم ابن ابو المجد ابن قریش ابن محمد ابن محمد ابن النجا ابن عبد الخالق ابن ابو القاسم الزکی ابن علی ابن محمد الجواد ابن علی الرضا ابن موسیٰ الکاظم ابن جعفر الصادق ابن محمد الباقر ابن علی زین العابدین ابن الحسین ابن الامام سیدنا علی رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجہہ-

ولادت

بیشتر تذکرہ نگاروں نے سید اِبراہیم الدسوقی رضی اللہ عنہ کا سن ولادت -۶۲۳ھ- قرار دیا ہے- دریائے نیل کے کنارے پر واقع مصر کے مشہور شہر 'دسوق' میں آپ نے شرفِ تولد حاصل کیا- آپ کے والد گرامی عارف باللہ ابو المجد عبد العزیز ولی صفت، اور اپنے وقت کے چنندہ اہل اللہ میں سے تھے- ولایت ومعرفت کی اس منزل تک پہنچنے میں عارفِ کبیر محمد بن ہارون سنہوری کی صحبت ورفاقت نے بڑا رول اَدا کیا تھا- والدۂ ماجدہ فاطمہ بھی وقت کی ولیہ اور مشہور عابدہ تھیں-(۱)

(۱) مناقب الاقطاب الاربعہ، تفصیلی:۹۴-

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم کی تکمیل کے بعد حضرت ابراہیم الدسوقی رضی اللہ عنہ کے والد ماجد نے انھیں پورے طور پر اپنی تربیت وتعلیم میں لے لیا، اور ان پر اپنی پوری توجہ مرکوز کردی۔ حفظ قرآن کی سعادت پانے کے بعد انھوں نے فقہ شافعی میں مہارتِ تامہ حاصل کی۔

والد گرامی نے تربیت وسلوک کے مراحل طے کرنے کی خاطر دسوق ہی میں اُن کے لیے ایک خلوتِ خاص بنادی، جہاں حضرت ابراہیم دسوقی کوئی بیس سال تک خلوت گزیں رہے۔ اس بیچ والدِ ماجد کا اِنتقال ہوگیا تو اُن کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے خلوت سے باہر تشریف لائے۔

پھر جب خلوت گزینی کے خیال سے خلوت گاہ کی طرف بڑھے تو لوگوں نے آپ کا دامن تھام لیا، اور خدا کی قسمیں دینے لگے کہ اب آپ اندر نہ جائیں، ہمارے حال پر کرم فرمائیں، خلق خدا آپ کے فیض کی پیاسی ہے۔ تاہم آپ نے تحصیل علم وفضل کا سلسلہ منقطع نہیں کیا۔ تصوف وطریقت کے اَسرار ورموز حاصل کرنے کے لیے عارف باللہ عبدالرزاق بن محمود جزولی کے درس سے وابستہ ہوگئے۔ مزید تشنگی عارف باللہ نجم الدین بکری اور نورالدین طوسی سے پوری کی۔ جو اس وقت آسمانِ سہروردیت کے دو چمکتے ستارے تصور کیے جاتے تھے۔ جب سید ابراہیم دسوقی نے فضل وکمال کے زینے طے کرلیے، تو اَب درس وافادہ کی بساط بچھائی، اور خلق خدا کی ہدایت وتعلیم کا آغاز فرمایا۔(۱)

اسناد طریقت

حضرت شیخ ابراہیم الدسوقی رضی اللہ عنہ نے خرقہ خلافت شیخ نجم الدین محمود الاصفہانی کے ہاتھوں زیب تن کیا۔ انھوں نے الشیخ نورالدین عبدالصمد النظری سے۔ انھوں نے الشیخ

(۱) مناقب الاقطاب الاربعہ، تفصیلی:۹۶۔

نجیب الدین علی الشیرازی سے۔ انھوں نے الشیخ شہاب الدین السہروردی سے۔ انھوں نے الشیخ ابونجیب ضیاالدین عبدالقاہر السہروردی سے۔ انھوں نے الشیخ وجیہ الدین سے۔ انھوں نے الشیخ فرج الزنجانی سے۔ انھوں نے الشیخ ابوالعباس النہاوندی سے۔ انھوں نے الشیخ محمد بن حفیف الشیرازی سے۔ انھوں نے الشیخ القاضی رویم ابومحمد البغدادی سے۔ انھوں نے امام الطریقہ وسید الطائفہ ابوالقاسم الجنید البغدادی سے۔ انھوں نے اپنے ماموں سری السقطی سے۔ انھوں نے الشیخ معروف الکرخی سے۔ انھوں نے الشیخ داؤد الطائی سے۔ انھوں نے الشیخ حبیب العجمی سے۔ انھوں نے الشیخ الحسن البصری سے۔ انھوں نے قائد الاولیاء سیدنا الامام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے۔ اور انھوں نے سید الخلق وسید الانبیاء الکرام سیدنا ومولانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کیا۔

اہل علم کی شہادتیں

عارف باللہ علامہ شیخ ابوبکر الانصاری -قدس اللہ سرہ- شیخ کی سیرت بیان کرتے ہوئے 'عقود اللآل' میں فرماتے ہیں :

(شیخ سید ابراہیم الدسوقی) فضل وکمال کے مرتبہ بلند پر فائز تھے۔ اور روحانیات کے اَحوال میں ماہرانہ شان کے مالک تھے۔ علم موارد میں انھیں ید طولیٰ حاصل تھا۔ اور تصرف ونفاذ میں اپنی نظیر آپ تھے۔ کشف وکرامات کے بے تاج بادشاہ تھے۔ وہ خداوند قدوس کے ان برگزیدہ بندوں میں سے ایک تھے جنھیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نعمت وجود سے نوازا۔ خلق خدا کے لیے رحمت بنا کر ظاہر کیا۔ خاص وعام میں یکساں مقبولیت سے سرفراز کیا۔ عالم میں تصرف کا اختیار بخشا۔ ولایت کے احکام پر متمکن فرمایا۔ حقیقتوں کو ان کے لیے بے نقاب کردیا۔ خرقِ عادات ان کے ہاتھوں کی دھول بنادیا۔ غیبی خبروں کو اُن کی زبان سے بلوایا۔ ان کے ہاتھوں سے عجائب قدرت کا ظہور فرمایا۔ اور (مہد) گہوارے میں اُن سے روزہ رکھوایا۔

اِرشادات وفرمودات

(عارف باللہ شیخ امام سید اِبراہیم الدسوقی رضی اللہ عنہ ارشادفرماتے ہیں:)

من صدق في الإقبال على الله، انقلبت له الأضداد فعاد من كان يسبه يحبه، ومن كان يقاطعه يواصله .

یعنی جو ٹوٹ کر اللہ سے لو لگائے (اور بس اُسی کا ہو رہے پھر دیکھے کہ) ناممکن چیزیں اس کے لیے کیسے ممکن ہو جاتی ہیں؛ حتیٰ کہ گالیوں سے نوازنے والا بھی اسے محبت کے تحفے پیش کرے گا۔ اور قطع تعلق کرنے والا رشتہ خاطر میں بندھتا نظر آئے گا۔

لا يكمل رجل حتى يفرَّ عن قلبه وسره وعلمه ووهمه وفكره، وعن كل ما خطر بباله غير ربه .

یعنی مرد اُس وقت تک درجۂ کمال پر فائز نہیں ہوتا جب تک یادِ مولا کے سوا اپنے قلب و باطن (کے وسوسوں)، علم (کے جھمیلوں)، وہم و فکر (کے بکھیڑوں) حتیٰ کہ دل پر گزرنے والے جملہ خطرات سے بھی باہر نہ نکل آئے۔

من ليس عنده شفقة ولا رحمة للخلق، لا يرقى مراتب أهل الله .

یعنی جس شخص کے دل میں خلق خدا کے لیے شفقت و رحمت کے جذبات انگڑائیاں نہ لے رہے ہوں، اُس کے لیے مرتبہ اہل اللہ تک پہنچنے کی ساری راہیں بند ہیں۔

كل من وقف مع مقام، حُجب به .

یعنی جو کسی ایک مقام پر جا کر رُک جائے، وہ اس سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

ما دام لسانک يذوق الحرام، فلا تطمع أن تذوق من

الحكم والمعارف شيئا .

یعنی اگر تیری زبان حرام لذتوں کی رسیا ہو؛ تو پھر تجھے حکمت و معرفت کی حلاوت و لذت چکھنے کا خیال ترک کر دینا چاہیے۔

الطريق كلها ترجع إلى كلمتين، تعرف ربک وتعبده .

یعنی راہِ (سلوک) کا راز بس دو کلمے ہیں: معرفتِ الٰہی اور عبادتِ الٰہی۔

رأس مال المريد المحبة والتسليم .

یعنی (ایک سچے) مرید کا کل سرمایہ محبت اور تسلیم ہے۔

لا يكمل الفقير حتّٰى يكون محبا لجميع الناس مشفقا عليهم ساتراً لعوراتهم فمن ادعى الفقر وهو يضد ذٰلک فهو غير صادق .

یعنی کوئی فقیر کامل بن ہی نہیں سکتا جب تک کہ اس کا دل سارے لوگوں کی محبت سے معمور نہ ہو جائے، خلق خدا کے لیے اس کے دل میں شفقت و رحمت نہ آ جائے، اور وہ ان کے عیبوں کا پردہ پوش نہ ہو؛ لہٰذا اگر کوئی دعویٔ فقر کرے، اور اس کی حرکتیں اِس کے متضاد ہوں تو سمجھ لینا کہ وہ جھوٹا ہے۔(۱)

ملفوظات وتالیفات

شیخ ابراہیم الدسوقی نے فقہ و تصوف پر ایک بڑا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے؛ لیکن یہ بظاہر ان کی تصانیف معلوم نہیں ہوتیں، بلکہ ان کے ملفوظات لگتے ہیں جو انھوں نے اپنی مجلسوں کے اندر مریدین کو املا کروائے ہیں؛ کیوں کہ ان کتابوں کا اسلوب تالیفانہ نہیں بلکہ ملفوظانہ ہے۔

(۱) مناقب الاقطاب الاربعہ، تفصیلی:۱۰۳۔

كتب في فقه السادة الشافعية ، الحقائق ، الرسالة ، الجوهرة ، الجليل الفائق الموسوم بالحقائق ، برهان الحقائق .

ان میں 'جوہرہ' زیادہ مشہور و معروف، اور ضخیم ہے۔(۱)

یکے اَز کرامات

(عارف باللہ شیخ اِبراہیم الدسوقی رضی اللہ عنہ) کی کرامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک گھڑیال نے ایک بچے کو اُچک لیا۔ اس کی ماں گھبرائی ہوئی یہ شکایت لے کر شیخ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اپنے خادم کو ساحلِ سمندر پر یہ کہہ کر بھیجا کہ جاؤ اور وہاں جا کر کہنا: اے گھڑیالو! جس نے بچے کو نگلا ہو وہ ابھی اسے لے کر حاضر ہو۔

چنانچہ وہ گھڑیال سمندر سے باہر نکلا، اور خادم کے ساتھ شیخ کی بارگاہ میں پہنچا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ بچے کو پیٹ سے باہر نکالو۔ چنانچہ جب اس نے باہر کیا تو آپ نے گھڑیال سے فرمایا کہ اللہ کے حکم سے تم ابھی میرے سامنے مر جاؤ؛ چنانچہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

آپ کی کرامتیں اس قدر بڑھی ہوئی ہیں کہ ان کا بیان و شمار مشکل ہے۔

وفاتِ حسرت آیات

شیخ الدسوقی کی سیرت وسوانح پر لکھنے والے جملہ تذکرہ نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ نے صرف تینتالیس (۴۳) سال کی عمر پائی۔ اور -٦٧٦ھ- میں اس دنیاے فانی کو الوداع کہا۔ مصر میں آپ کی قبر مبارک زیارت گاہِ خلائق ہے۔ اللہ ان کے فیوض وبرکات سے ہمیں متمتع فرمائے۔

---

(۱) مناقب الاقطاب الاربعہ، تفصیلی: ۱۰۶۔